رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

رباعیات، سوز و سلام

سوزخواں

سید محمد علی نقوی برادران

0333-2226383

www.facebook.com/soazkhwanee
www.facebook.com/soazkhuan

ولا جو آل سے رکھے تو بُوذری ہوجائے
نجف کو جائے جو زائر تو قنبری ہوجائے
پھرے جو گردِ زجہ خانہء ولیء خدا
تو پھر یقیں ہے کہ حاجی بھی حیدری ہوجائے

جسے حق حیدرِ کرارؑ کردے
وصیء احمدِؐ مختار کردے
وہ کیا چاہے خلافت اور حکومت
خدا بننے سے جو انکار کردے

میری زبان پہ جسدم علیؑ کا نام آیا
محمدِؐ عربی کا مجھے سلام آیا
علیؑ کا نام ہی اعظم وہ اسمِ اعظم ہے
کہ جس نے انکو پکارا اُسی کے کام آیا

کیا خوب علیؑ کی زندگانی گزری
ہر ساعت عبادت میں سہانی گزری
سجادہء طاعت پہ رہے پیری میں
میدانِ شجاعت میں جوانی گزری

جو روضے میں باریاب ہوجاتا ہے
وہ اوج میں لاجواب ہو جاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبرِ حیدرؑ پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہو جاتا ہے

شمر نے شہؑ سے کہا کیا کوئی یاور ساتھ ہے
عاشقِ حق نے کہا روحِ پیمبرؐ ساتھ ہے
جو تجھے کرنا ہو کرلے سجدے میں جاتا ہوں میں
گو نہیں اکبر مگر اللہ و اکبر ساتھ ہے

رشتہ غمِ سرورؑ سے لگا رکھا ہے
جز پنجتنِ پاکؑ کیا رکھا ہے
ہم مرگئے ہوتے غمِ سرورؑ کی قسم
اس مجلس و ماتم نے جلا رکھا ہے

امتحانِ عاشقی میں کیف پاتے ہیں حسینؑ
انتہائی مشکلوں میں مسکراتے ہیں حسینؑ
لا فتیٰ الاّ علیؑ لا سیف الاّ ذوالفقار
پڑھتے جاتے ہیں فرشتے بڑھتے جاتے ہیں حسینؑ

اللہ و محمدؐ کا ولی کہتا ہوں
آغوشِ اجل میں مسکرانے والے

شمعِ حرمِ لم یزلی کہتا ہوں
ملت کے لئے جان لڑانے والے

لیکن راتوں کو دل کی تسکیں کیلئے
سو چین کی نیند اے حسینؑ مظلوم

چپکے چپکے علیؑ علیؑ کہتا ہوں
اسلام کو سوتے سے جگانے والے

نجوم لاکھ ملے آفتاب مل نہ سکا
حسینؑ وہ ہے جو کونین میں سما نہ سکے

کوئی بھی ہم لقبِ بوتراب مل نہ سکا
وہ سر حسینؑ کا ہے جو کوئی جھکا نہ سکے

ہر ایک بزم میں ڈھونڈا چراغِ دل لیکر
اٹھائے گا کوئی کیا سر حسینؑ کے آگے

خدا گواہ علیؑ کا جواب مل نہ سکا
رسولِؐ پاک تو سجدے سے سر اٹھا نہ سکے

میرا مقام ہی نہیں میں بے مقام ہوں
رنگ کردار پہ ماحول کا چھانے نہ دیا

میں بارہویں امامؑ کا ادنیٰ غلام ہوں
نور نے کھینچ لیا نار میں جانے نہ دیا

جنت کا شوق ہے نہ جہنم کا خوف ہے
حرؑ وہ ٹوٹا ہوا شیشہ تھا جسے سرورؑ نے

میں ذاکرِ حسین علیہ السلام ہوں
ایسا جوڑا کہ کوئی بال بھی آنے نہ دیا

میرے سرکار یہ تاخیر جو فرماتے ہیں
آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا

منتظر آپکے بے چین ہوئے جاتے ہیں
جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

آپ اپنے جدِ امجد کی طرف غور کریں
تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیسؔ

وہ تو آواز کے سنتے ہی چلے آتے ہیں
ہم ہوئینگے اور قبر کا کونا ہوگا

سردارِ جوانانِ جناں ہیں حسنینؑ
جو شریکِ بزمِ شاہِ کربلا ہوجائیگا

فرزندِ رسولِ دوجہاں ہیں حسنینؑ
وہ گناہوں سے بری روزِ جزا ہوجائیگا

یک نور دو چشمہ ہیں علیؑ و زہراؑ
نار سے نکلا ادھر واں خلد میں داخل ہوا

واللہ کہ ایمان کی جاں ہیں حسنینؑ
کیا خبر تھی حرؑ پہ یوں فضلِ خدا ہوجائیگا

ضربتِ عباسؑ میں ہے ضربتِ حیدرؑ کا رنگ
چلا تھا کفر مٹانے پیمبری کے چراغ

اُڑ رہا ہے کربلا کے مرحب و عنتر کا رنگ
مگر حسینؑ نے گل کردیئے اُسی کے چراغ

ہے علمدارِ حسینی ہاتھ کو روکے ہوئے
اندھیروں آؤ میرے گھر سے روشنی لے لو

چھا نہ جائے کربلا کی جنگ پر خیبر کا رنگ
جلائے بیٹھا ہوں غازی کی حاضری کے چراغ

قطرے کو رھینِ بحرِ مواج نہ کر
ایماں کی زیب و زین کہنا ہی پڑا

شرمندہء تخت و دولت و تاج نہ کر
اسلام کے دل کا چین کہنا ہی پڑا

یارب قسمِ دستِ یداللہ تجھے
دنیا نے بہت کلمہء حق ضبط کیا

اک ہاتھ کو اک ہاتھ کا محتاج نہ کر
پھر چیخ کے یا حسینؑ کہنا ہی پڑا

کام آئیگی تربت میں ولائے حیدرؑ
یارب میرے مرنے کو فسانہ کردے

لیجائیگی جنت میں ثنائے حیدرؑ
سمتِ شہِ مظلومؑ روانہ کردے

بولیں گے نکیرین بچھادے آنکھیں
حسرت ہے کہ ہوں دفن تہہ خاکِ شفا

لینے تجھے ساتھ اپنے وہ آئے حیدرؑ
مٹی میری تسبیح کا دانہ کردے

چھوٹی سی لحد نمیں بناتے ہیں حسینؑ مدحِ حیدرؑ نہ کروں قائلِ قرآں ہوکر
لاشہ علی اصغرؑ کا چھپاتے ہیں حسینؑ کیوں میں کعبے سے پھر جاؤں مسلماں ہوکر
بانوؑ نہ نکل آئے کہیں مقتل میں انکا وعدہ ہے کہ ہم قبر میں آئینگے ضرور
خیمے کی طرف دیکھتے جاتے ہیں حسینؑ کیوں نہ مرجاؤں میں اس وعدے کے قرباں ہوکر

لاکھوں میں کوئی ایک نہ سرور ہوتا دنیا سے اٹھا لیکے جو نامِ حیدرؑ
عباسؑ کا زور زورِ حیدرؑ ہوتا کوثر کو چلا برِ سلامِ حیدرؑ
افسوس کہ لڑنے کی اجازت نہ ملی عصیاں ہوئے سدِراہ تو رضواں نے کہا
ورنہ درِ کوفہ درِ خیبر ہوتا آنے دو اسے یہ ہے غلامِ حیدرؑ

ہوئی قبول اقامت قیام سے پہلے ہر چشم سے اشکوں کی روانی ہوجائے
نمازیں عرش پر پہنچی سلام سے پہلے مقبول میری مرثیہ خوانی ہو جائے
بڑے ہی دانا تھے ذبحِ حسینؑ کے دانے پہلے باری سے ہوں دو آنسو جاری
گئے بہشتِ بریں میں امامؑ سے پہلے ساون کی گھٹا شرم سے پانی ہوجائے

عباسؑ کی نگاہ میں کیا فوجِ شام ہے فطرت نے جو اشکوں میں مزہ رکھا ہے
عباسؑ مرتضیٰؑ کی تمنا کا نام ہے منسوب اسے شاہِ شہدا رکھا ہے
بارہ امام مذہبِ اسلام میں ہوئے دنیا غمِ شبیرؑ کو سوچے سمجھے
یہ مذہبِ وفا کا اکیلا امام ہے ہم نے تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

ہوگئے بے نیاز ہم سب سے
خادمِ پنجتن ہوئے جب سے
یہ وسیلہ عجب وسیلہ ہے
ہاتھ پکڑا ملا دیا رب سے

جب آئے حرم شام سے کرتے فریاد
مقتل میں ہوئی سینہ زنی حد سے زیاد
قبرِ شہداؑ پہ جس گھڑی دفن کے بعد
پانی چھڑکا تو خوب روئے سجادؑ

علیؑ کو فاتحِ بدر و حنین کہتے ہیں
حسنؑ کو نورِ شہِ مشرقین کہتے ہیں
وفا کی منزلِ آخر کا نام ہے عباسؑ
کمالِ صبر و رضا کو حسینؑ کہتے ہیں

حسینؑ عالمِ امکاں میں سرفراز ہے تُو
خدا کے بعد زمانے میں کارساز ہے تُو
یہ شک مٹا دیا ہم نے نیاز دے دے کر
کہیں سمجھ نہ لے دنیا کہ بے نیاز ہے تُو

یہ بات الگ ہے تجھے تسلیم نہیں ہے
دستورِ خدا میں کہیں ترمیم نہیں ہے
ہے نورِ خدا احمدؐ و حیدرؑ میں برابر
یہ حکمِ مساوات ہے تقسیم نہیں ہے

حضرتِ عباسؑ شاہِ لافتیٰ کے شیر ہیں
خندق و خیبر کے وہ یہ کربلا کے شیر ہیں
کیوں نہ ہوں ہر جنگ میں یہ مثلِ حیدرؑ فتحیاب
وہ خدا کے شیر یہ شیرِ خدا کے شیر ہیں

ماں کہتی تھی کیا ملال جھیلے ہونگے
بہنیں نہیں پاس کس سے کھیلے ہونگے
رات اندھیری وہ ڈراؤنا جنگل
اصغرؑ مرے قبر میں اکیلے ہونگے

یوں کربلا میں ایک مسلمان آگیا
کچھ آیتیں لئے ہوئے قرآں آگیا
وہ آگئے حسینؑ ہتھیلی پہ سر لئے
اسلام جی اٹھا کہ نگہبان آگیا

سقائے حرم نے جو نہ پایا پانی
بہیں کتنے ہی اشک آنکھوں سے دریا ہو نہیں سکتا
غیرت سے تہہ خاک سمایا پانی
ہزاروں جلوے ہوں خالق کا جلوہ ہو نہیں سکتا
کیا عشق ہے کوثر پہ سکینہؑ کے بغیر
علیؑ کے ماسوا انسان کوئی بھی ہو اے ماتھر
عباسؑ نے منہ سے نہ لگایا پانی
خدا کے گھر میں مر سکتا ہے پیدا ہو نہیں سکتا

ہیں یہی سطوتِ باطل کے مٹانے والے
بغور سُن لے زمانہ حسینؑ ایسے تھے
کشتیء عظمتِ اسلام بچانے والے
بقا فنا کو بنایا حسینؑ ایسے تھے
کربلا آج بھی کردار کا آئینہ ہے
چھری کے نیچے وہ خالق سے پیار کی باتیں
ایسے ہوتے ہیں محمد ﷺ کے گھرانے والے
اجل کو ہوگیا سکتہ حسینؑ ایسے تھے

کرار کا فرزند تھا کرار رہا
کچھ عجب شان سے مرضیء الٰہی لے لی
جرار کا دلبند تھا جرار رہا
دیں کے رہبر جو ہوئے دین پناہی لے لے
گھر میں پردیس میں اور تہہ خنجر بھی
سونے والے تیرے بیدار نصیبے کی قسم
جس بات سے انکار تھا انکار رہا
قبضہ بستر پہ کیا ساری خدائی لے لی

اس طرح طے منزلِ صبرورضا زینبؑ نے کی
لاالہ تو پڑھ لیا اب لے مزہ تاثیر کا
امتِ جد کیلئے حق سے دعا زینبؑ نے کی
لاالہ کی تہہ کے نیچے خون ہے شبیرؑ کا
واقعے میں کربلا کے رنگ دونوں نے بھرا
لاالہ کے پڑھنے والو لاالہ سے پوچھ لو
ابتدا شبیرؑ نے کی انتہا زینبؑ نے کی
لاالہ تو بچ گیا گھر لٹ گیا شبیرؑ کا

ہو سلام اُس پہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے
امتحانِ عاشقی میں کیف پاتے ہیں حسینؑ

پاؤں میں آبلے ہیں آبلوں میں خار بھی ہے
انتہائی مشکلوں میں مسکراتے ہیں حسینؑ

کہتا تھا طوقِ گراں آیا میرے حصے میں
لافتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

ورنہ اسِ فوج میں خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
پڑھتے جاتے ہیں فرشتے بڑھتے جاتے ہیں حسینؑ

علیؑ جناب بھی بازوئے آنجناب بھی ہے
کوئی کیا جانے احترامِ علیؑ

خدا کا شیر بھی ہے اور بوتراب بھی ہے
کوئی سمجھا نہیں مقامِ علیؑ

صفوں کو جوڑنے والا علیؑ بوقت نماز
اسمِ اعظم کے ڈھونڈنے والو

اگر ہو جنگ تو پھر صف شکن خطاب بھی ہے
اسمِ اعظم فقط ہے نامِ علیؑ

نظر چراؤ تو دل اور دماغ جلتے ہیں
میں یہ نہیں کہتا کہ برابر تھے علیؑ

جنونِ عشق میں سینے کے داغ جلتے ہیں
پر احمدؐ مرسل کے برادر تھے علیؑ

ترابیوں نہ ڈرو قبر کے اندھیرے سے
معراج کی شب کھل گیا احوال تمام

تمہاری قبر میں چودہ چراغ جلتے ہیں
باہر تھے نبیؐ پردے کے اندر تھے علیؑ

عباسؑ کے لاشے پہ نبی ﷺ روئے ہیں
کہتے ہیں کہ اک ہُوک اٹھی قبرِ نبیؐ سے

بازو شہ والا کے لئے کھوئے ہیں
جب قبرِ نبیؐ پر یہ کہا جاکے کسی نے

احسانِ علمدارؑ نہ بھولیں گے شمیمؔ
اے شاہِ اممؐ شام کی راہوں میں کئی بار

اک مشک سے لاکھوں کے گناہ دھوئے ہیں
مڑ مڑ کے پکارا ہے تمہیں بنتِ علیؑ نے

لحد ہو بند مگر حسرتِ دلی نکلے
صدا مزار سے یارب ولی ولی نکلے
فرشتے قبر میں پوچھیں جو رشتہ ء الفت
اسِ پہ پسرِ فاطمہؑ کام آتا ہے

جب موت کا شیعوں کو پیام آتا ہے
تائید کو حیدرؑ سا امامؑ آتا ہے
اللہ رے یہ فرشِ عزائے شبیرؑ
ہر ایک تارِ کفن سے علیؑ علیؑ نکلے

علیؑ کے لعل تھے شاہِ انام ہوجاتے
شریکِ آلِ نبی لا کلام ہوجاتے
وقارِ حضرتِ عباسؑ کم نہیں تھا قمر
پلاتیں دودھ جو زہراؑ امام ہوجاتے

اکبرؑ نے کہا دعائیں بابا پڑھنا
قرآں میرے لاشے پہ بہت سا پڑھنا
شاید کہ میرے لاشے پہ قاصد آجائے
تلقین کے بدلے خطِ صغراؑ پڑھنا

وفا کو ناز ہے جس پر اسے عباسؑ کہتے ہیں
لگے جو ثانیء حیدرؑ اسے عباسؑ کہتے ہیں
جو پتھر پر علم گاڑے اسے کہتے ہیں سب حیدرؑ
علم گاڑے جو پانی پر اسے عباسؑ کہتے ہیں

جب حُر کا گناہ شاہِ امم ؑ نے بخشا
قطرے کو شرف بحرِ کرم نے بخشا
گردوں سے ندا آئی کہ اے پیارے حسینؑ
بخشا جسے تُو نے اسے ہم نے بخشا

ایمان کی تصویر نظر آتی ہے
قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے
اللہ تیرے گھر کی فضا اے زہراؑ
تطہیر ہی تطہیر نظر آتی ہے

چھوٹی سی لحد زمیں بناتے ہیں حسینؑ
لاشہ علی اصغرؑ کا چھپاتے ہیں حسینؑ
بانوؑ نہ نکل آئے کہیں مقتل میں
خیمے کی طرف دیکھتے جاتے ہیں حسینؑ

کبھی فلک سے کبھی عرش سے سلام آیا
کبھی شہادتِ عظمیٰ کا بھی پیام آیا
خدا تو کام ہی آتا ہے سارے بندوں کے
حسینؑ بندہ وہ ہے جو خدا کے کام آیا

جمے تھے ظلم و ستم کے مقابلے میں حسینؑ
علیؑ کی مثل تھے حق کے معاملے میں حسینؑ
بلند تھے سرِ محفل نبیؐ کے ہاتھوں پر
غدیرِ خم میں علیؑ اور مباہلے میں حسینؑ

جمالِ عشق و محبت کا آئینہ عباسؑ
کمالِ عزم و عمل پیکرِ وفا عباسؑ
لبِ فرات وہ جوہر دکھادئے تُو نے
علیؑ کی روح پکاری کہ مرحبا عباسؑ

ذکرِ رسولؐ فرض ہے نامِ خدا کے بعد
پڑھئے درود تزکرہء مصطفیٰؐ کے بعد
سبطِ نبیؐ کی طرح توقیر کیجئے
نامِ حسینؑ لیجئے صلِ علیٰ کے بعد

کیا مرتبہ سلطانِ حجازی کا ہے
کیا عز و شرف امامِ غازی کا ہے
سجدے کا نشاں دیکھ کے سب کہتے تھے
نیزے پہ یہ سر کسی نمازی کا ہے

احمدﷺ کی محبت میں مزہ ملتا ہے
اور روزِ جزا اُسکا صلہ ملتا ہے
کیا نامِ محمدﷺ ہے پڑھو صلِ علیٰ
اس نام کے لینے سے خدا ملتا ہے

دریا سے سکینہؑ کا جو سقی نکلا
سقائی کا ارمان نہ اصلا نکلا
پانی میں ملا بہہ کر لہو تو کہا
دریا بھی میرے خون کا پیاسہ نکلا

کہاں سے لاؤں زباں مدحِ فاطمہؑ کیلئے
خدا پہ چھوڑدو اس بات کو خدا کیلئے
یہ بات کافی ہے بس مدحِ فاطمہؑ کیلئے
حسینؑ دیدیا اسلام کی بقا کیلئے

میں تولّا سے عبادت کا بھرم رکھتا ہوں
دردِ دل سوزِ جگر دیدہء نم رکھتا ہوں
قوّتِ دل کیلیئے ذکر خدا سے پہلے
یاعلیؑ کہہ کے مصلے پہ قدم رکھتا ہوں

تیغِ حیدرؑ سے بچا کب کوئی خودسر باقی
امر باقی نہ کہیں مرحب و عنتر باقی
آمدِ بنتِ اسد کی ہے نشانی موجود
آج تک کہتی ہے دیوار کہ ہے در باقی

عابدؑ سا جگر دار نہ دیکھا نہ سنا
اور قافلہ سالار نہ دیکھا نہ سنا
اسلام کو جو صحتِ کامل بخشے
ایسا کوئی بیمار نہ دیکھا نہ سنا

اوج پر نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ بڑھتا گیا
حد ہے ہر شے کی مگر یہ حد سے بھی بڑھتا گیا
ماہِ نو گھٹ کر بڑھا بڑھکر گھٹا پھر بڑھ گیا
چاند زہراؑ کا بڑھا ایسا کہ پھر بڑھتا گیا

حق نے اپنے نور سے پہلے بنائے پنجتن
پھر زمیں پر صورتِ قرآن آئے پنجتن
جسطرح تطہیر میں یکجا ہوئے ہیں پانچ تن
اس طرح ذاتِ محمدﷺ میں سمائے پنجتن

اعزازِ مصطفیٰؐ میں شریعت کھڑی رہی
دروازہء بتولؑ پہ رحمت کھڑی رہی
دوشِ نبیؐ پہ سجدے میں آکر چڑھے حسینؑ
بیٹھے رہے حسینؑ عبادت کھڑی رہی

حیدرؑ کی عطا پہ ہل اتیٰ ' شاھد ہے
شمشیر زنی پہ لافتیٰ شاھد ہے
کعبے کی ولادت کے محمدؐ ہیں گواہ
مسجد کی شہادت کا خدا شاھد ہے

فاطمہؑ کا مہہ لقا بزمِ شہادت کا چراغ
ہوگیا رخصت جلا کر بن میں وحدت کا چراغ
رہ گئی تنہا اندھیرے بن میں جب لاشِ حسینؑ
خودبخود گُل ہوگیا زہراؑ کی تربت کا چراغ

دردوالم کا مرکز احساس بن گئی
بے آس قافلے کیلئے آس بن گئی
دن ڈھل گیا تو شامِ غریباں کے ساتھ ہی
بیٹی علیؑ کی حضرتِ عباسؑ بن گئی

وہ نور جس کو شہِ مشرقین کہتے ہیں
اسی کو نورِ خدا نورِ عین کہتے ہیں
بکھر گیا تو یہی نور کائنات بنا
سمٹ گیا تو اسی کو حسینؑ کہتے ہیں

خدا کا حکم ہے کعبے میں در بنا جو چکے
فرشتہ دیکھ لے میہمان کا قدم نہ رکے
بلند ہو قدِ آدم سے اتنا دروازہ
بتوں کے سامنے بنتِ اسد کا سر نہ جھکے

ممتاز علیؑ کو ہر بشر سے پایا
مقام خدائے بہروبر سے پایا
پہلے ملے علیؑ خدا کے گھر سے
پھر خدا کو علیؑ کے گھر سے پایا

ذی حج میں غم و درد کی طغیانی ہے
عشرے کی طرح اس میں بھی ویرانی ہے
رو لو کہ محرم بھی قریب آیا
مسلمؑ کی نویں کو ہوئی قربانی ہے

رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا
پانی دیکھا تو ہر اک تشنہ دھن یاد آیا
لیکے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینبؑ
لاش پر بھائی کے پہنچی تو کفن یاد آیا

دنیا مجھے ایسا کوئی معمار بتادے
بہتے ہوئے پانی پہ جو دیوار بنادے
اصغرؑ جو چلے رن کو تو زینبؑ نے دعا دی
اللہ تجھے حیدرِ کرارؑ بنادے

اکبرؑ نے جو گھر موت کا آباد کیا
صغراؑ کو دمِ نزع بہت یاد کیا
ہچکی جو اجل کی آئی تو اکبرؑ نے کہا
شاید میری صغراؑ نے مجھے یاد کیا

ہم کیا بتائیں آپکو کیسے حسینؑ ہیں
شانِ مظلومی وغربت کے دکھانے والے

خالق کو انِ پہ ناز ہے ایسے حسینؑ ہیں
کام بگڑے ہوئے خلقت کے بنانے والے

حق کی رضا میں دین پہ گھر کو کیا نثار
صفحہء دہر میں ابتک ہے تیرا نام حسینؑ

دنیا میں ایسا کون ہے جیسے حسینؑ ہیں
مٹ گئے خود تیری ہستی کے مٹانے والے

فرازِدار سے میثمؒ بیاں دیتے ہیں
جسکی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہوجائے

رہیگا ذکرِ علیؑ ہم زباں دیتے ہیں
کیوں نہ وہ قبلہء اربابِ ارادت ہوجائے

صفیں بناؤ محبو کہ دار پہ میثمؒ
اُسکی خود اپنی عبادت کی ادا کیا ہوگی

نمازِ عشقِ علیؑ کی اذاں دیتے ہیں
جسکے چہرے پہ نظر کرنا عبادت ہوجائے

بن بن کے ہزار بار آئی دنیا
چمکتا ہے کہاں افلاک پہ مہرِ مبیں ایسا

پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دنیا
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا

جتنا کہ اٹھایا درِ خیبر کو بلند
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حُسنِ حیدرؑ کو

نظروں سے اُسی قدر گرائی دنیا
بڑی مشکل سے پایا ہے نبیؐ نے جانشیں ایسا

کیا خوب علیؑ کی زندگانی گزری
خوشی سے سر کو کٹائے کوئی تو ہم جانیں

ہر ساعت عبادت میں سہانی گزری
خود اپنے گھر کو لٹائے کوئی تو ہم جانیں

سجادہء طاعت پہ رہے پیری میں
بشر جہان میں خدا بھی بنا نبی بھی بنا

میدانِ شجاعت میں جوانی گزری
حسینؑ بن کے دکھائے کوئی تو ہم جانیں

یہ بزمِ عزائے پسرِ زہراؑ ہے
بیٹھو با ادب یاں گزرِ زہراؑ ہے
رومال میں ہر اشک جمع کرتی ہیں
ہر چشم کے اوپر نظرِ زہراؑ ہے

مجھ سے بے زر کو اگر چاہیں تو حیدرؑ دیدیں
تاج سلطانی کا دیں تختِ سکندر دیدیں
اُنکے دینے کی ہے کیا حد وہ یداللہ ٹھرے
وہ اگر چاہیں تو اللہ کا سب گھر دیدیں

اپنی رحمت کو ذرا اور بھی وسعت دیدے
پرسشِ حشر سے پہلے مجھے جنت دیدے
تجھ کو منظور نہیں گر تو خطا میری معاف
مجھ کو اشکِ غمِ شبیرؑ کی قیمت دیدے

بازوئے شہنشائے اُمم آتا ہے
کس شان سے سقائے حرم آتا ہے
غل ہے یہ لعینوں میں کہ ہشیار رہو
عباسِ علیؑ لیکے علم آتا ہے

گیتی پہ فلک کا ماہ پارہ اترا
لیکر درِ حیدرؑ کا سہارا اترا
اللہ رے زہراؑ کی عبادت کا شرف
تسبیح بنانے کو ستارہ اترا

اصحاب نے پوچھا جو علیؑ کو دیکھا
معراج میں حضرت نے کسی کو دیکھا
کہنے لگے مسکرا کے محبوبِ خدا
وللہ جہاں دیکھا علیؑ کو دیکھا

ہر ایک وصف جو کہ رسولِ خدا میں ہے
وہ وصف بالیقین حسنِ مجتبیٰؑ میں ہے
غصے پہ ہے خدا کو بھی قابو انہیں بھی ہے
جو بات ہے خدا میں وہی ناخدا میں ہے

حق کے اوپر کربلا میں سر کٹاتے ہیں حسینؑ
اے مسلمانوں تمہیں جینا سکھاتے ہیں حسینؑ
حق و باطل کا ہوا یوں کربلا میں فیصلہ
قتل کرتا ہے یزید اور فتح پاتے ہیں حسینؑ

وہ نورِ حق رخِ مولا سے آشکارا ہے
کہ جس کے سامنے خورشید بھی ستارا ہے
قمر میں داغ ہے تشبیح اُس سے دوں کیونکر
یہ نور وہ ہے کہ قرآں بھی جسکا پارا ہے

گر معرفتِ حیدرِ ثانی ہوجائے
کچھ اور ہی اندازِ جوانی ہوجائے
عباسِؑ علیؑ کہہ کے اٹھائے جو قدم
ہو آگ کا دریا بھی تو پانی ہوجائے

ہم تو حق بات کہیں گے کہ زباں رکھتے ہیں
بت شکن کفر شکن عزمِ جواں رکھتے ہیں
دوشِ احمدؐ سے بہت مہرِ نبوت ہے قریب
دیکھنا یہ ہے علیؑ پاؤں کہاں رکھتے ہیں

پہلے یہ مان لے کہ ہیں مشکلکشا علیؑ
پھر دیکھ تیرے واسطے کرتے ہیں کیا علیؑ
ٹل جاتی ہیں ہماری تو ساری مصیبتیں
ہم جب کبھی خلوص سے کہتے ہیں یا علیؑ

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے ابھی بجھی تو نہیں
وہ تیغِ ظلم سے گردن شہیدِ اعظم کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

ولائے آلِ پیمبرؑ سے جن کو کام نہیں
وہ جی رہے ہیں مگر زندگی کا نام نہیں
زمانہ دیکھ لے تسبیحِ عصمتِ زہراؑ
بھلا وہ کونسا دانہ ہے جو امامؑ نہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ عباسؑ ابنِ حیدرِؑ صفدر
سپر امام کی وقتِ امتحاں یہ بھی ہیں اور وہ بھی
مگر ام البنینؑ کو حضرتِ زہراؑ سے کیا نسبت
یہ ہے عباسؑ کی قسمت کہ ماں یہ بھی ہیں اور وہ بھی

ذکرِ مظلوم جو ہر سال کیا کرتے ہیں
زخمِ دل اشکوں کی ڈوری سے سیا کرتے ہیں
کوئی مانے یا نہ مانے پہ حقیقت یہ ہے
غمِ اولادِ پیمبرؐ میں جیا کرتے ہیں

سوتے ہی کب تھے ساقیٔ کوثر تمام رات
کرتے تھے ذکرِ خالقِ اکبر تمام رات
بیدر بختیٔ شبِ ہجرت گواہ ہے
بس ایکبار سوئے ہیں حیدرؑ تمام رات

یوں پانی وہ فاطمہؑ کا جانی مانگے
یعنی علی اصغرؑ کی زبانی مانگے
یوں شمر کہے یہ حُرملہ سے مار وہ تیر
جس تیر کا مارا نہ کبھی پانی مانگے

کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تپا
کیا زخمِ سناں تھا جس سے اکبرؑ تپا
مچھلی بھی نہ تڑپے کبھی یوں خشکی میں
جس طرح سے تیر کھا کے اصغرؑ تپا

جلوہ رخِ تاباں کا دکھا دو مجھکو
چین آئے کس طرح یہ بتا دو مجھ کو
پردہ شبِ معراج یہی کہتا تھا
گر غیر نہیں ہے تو اٹھا دو مجھکو

علیؑ و فاطمہؑ کے نورِ عین دیدینگے
مزاج دانِ مشیت ہیں چین دیدینگے
جو بات آئی پسر کی کہا یہ راہب نے
اگر خدا نہیں دیگا حسینؑ دیدینگے

رشتہ غمِ سرور سے لگا رکھا ہے
جز پنجتن پاک کیا رکھا ہے
ہم مرگئے ہوتے غمِ سرور کی قسم
اس مرثیہ خوانی نے جلا رکھا ہے

بندہ کوئی اسرارِ خدا کیا جانے
طاعت واجب ہے دل سے اتنا جانے
اللہ و محمدؐ و علیؑ ہیں مولا
مولا، مولا کا فرق مولا جانے

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیرؔ پر یہ جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب ہے مزارِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

میری نجات کو شہِ مشرقین ؑ ملے
جنابِ فاطمہ زہراؑ کے نورِ عین ملے
یہی دعا ہے کہ محشر کے سخت لمحوں میں
تجھے یزید ملے اور مجھے حسینؑ ملے

اے بنتِ نبیؐ جزوِ رسالت ہے تُو
تقویتِ ارکانِ ہدایت ہے تُو
میدانِ مباہلہ میں یہ راز کھلا
مابینِ نبوت و امامت ہے تُو

عباسؑ نے وہ کام کیا ہے حیات میں
عنوان بن گیا ہے وفا کی کتاب میں
دنیا سمجھ رہی تھی کہ بھرتا ہے مشک کو
بیعت ڈبورہا تھا وہ سقہ فرات میں

ممتاز علیؑ کو ہر بشر سے پایا
مقام خدائے بہروبر سے پایا
پہلے ملے علیؑ خدا کے گھر سے
پھر خدا کو علیؑ کے گھر سے پایا

رولے یہ غمِ بادشہِ عالی ہے
اور موت کسی نے بھی نہیں ٹالی ہے
اللہ کرے غریقِ رحمت اُنکو
اس بزم میں جن جن کی جگہ خالی ہے

آگاہ ہو اللہ سے ڈرنے والے
محتاج ہیں زندوں کے مرنے والے
اک سورہ الحمد و قل بحقِ زہراؑ
اے گورِ غریباں سے گزرنے والے

وہ تخت کہاں ہیں اور کہاں تاج ہیں وہ
جو اوج پہ تھے زیرِ زمیں آج ہیں وہ
قرآن کو لکھ لکھ کے وقف جو کرتے تھے
اک سورہ الحمد کے محتاج ہیں وہ

جب ہواؤں میں نمی محسوس کی عباسؑ نے
احتیاطاً سانس اپنی روک لی عباسؑ نے
موجِ کوثر سر اٹھا کر دیکھتی ہی رہ گئی
اتنی اونچائی پہ رکھ دی تشنگی عباسؑ نے

چہلم ہے آج سرورِ عالی مقام کا خوشا وہ باپ وہ میرِ سپاہِ بدر و حنین
عریاں ہے سر رسول علیہ السلام کا خوشا وہ جانِ شہادت وہ سیدِ کونین
فضہ پکاری بیبیوں آکر شریک ہو علیؑ علیؑ کا وظیفہ نویدِ فتح و ظفر
سجادؑ دفن کرتے ہیں لاشہ امام کا ہجومِ رنج و بلا ہو تو پھر حسینؑ حسینؑ

سر غیر کے آگے نہ جھکانے والا شب تیرگیء ذوق پایا تُو نے
نیزے پہ بھی قرآن سنانے والا احساس کا معجزہ دکھایا تُو نے
اسلام سے کیا پوچھتے ہو کون حسینؑ سوئی ہوئی دنیا کو جگا کر مولا
اسلام کو اسلام بنانے والا جاگے ہوئے فتنے کو سلایا تُو نے

تُو نے اے حسینؑ خاک کا رتبہ کا بڑھا دیا حاصل علیؑ کے گھر کو عجب امتیاز ہے
صحرائے نینوا کا مقدر جگا دیا سجدہ جہاں جہاں ہے ضربت نماز ہے
اپنے لہو سے دشت میں روشن کئے چراغ اک ضرب ہے عبادتِ ثقلین پہ بلند
فرشِ زمیں کو عرشِ معلیٰ بنا دیا اک سجدہء وفا پہ شہادت کو ناز ہے

جہاں میں صبر و تحمل کے آسماں ہیں حسینؑ حر کو شبیرؑ نے جب رن کی اجازت دیدی
مٹا سکا نہ جسے ظلم وہ نشاں ہیں حسینؑ نار کو نور کیا اور شہادت دیدی
یزید تیری خودی نے تجھے فریب دیا کیا سخاوت ہے حسینؑ ابن علیؑ کی واللہ
تیرا خیال غلط تھا کہ ناتواں ہیں حسینؑ جام کوثر کا دیا رہنے کو جنت دیدی

دریا پہ جو عباسِ علمدار ؑ گئے
ظاہر میں وہ پانی کے طلبگار گئے
تھا بیچ میں دریائے شجاعت حائل
دو ہاتھ میں اسِ پار سے اُس پار گئے

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے — آج سردار و علمدارؑ جدا ہوتے ہیں
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے — شہؑ ادھر روتے ہیں عباسؑ اُدہر روتے ہیں
رستم کا بدن زیرکفن کانپ رہا ہے — یہ بیاں کرکے حسینؑ اشکوں سے منہ دھوتے ہیں
خود قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے — بھائی کو بخششِ امت کیلئے کھوتے ہیں

شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو — کسطرح صبر کریں صبر نہیں آتا ہے
جبریلؑ لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو — خلق سے فوجِ حسینؑ کا نشاں جاتا ہے

تاریخ دوسری تھی کہ داخل ہوئے امام — جب بے چراغ قبرِ رسولؐ خدا ہوئی
اور تیسری کی صبح کو آئی سپاہِ شام — یعنی بتولؑ صاحبِ رختِ عزا ہوئی
چوتھی کو شمر کے ہوئی آنے کی دھوم دھام — زینبؑ ہزار بلا میں مبتلا ہوئی
اور پانچویں کو دشتِ ستم بھر گیا تمام — لوٹی گئی اسیر ہوئی بے ردا ہوئی

نرغہ ہوا چھٹی سے شہ مشرقین پر — یہ اور ظلم ہے فلکِ بد خصال کا
ہفتم سے بند ہوگیا پانی حسینؑ پر — کوفے میں داخلہ ہے محمدﷺ کی آل کا

اکبرؑ کو نیزہ مارا جو ابنِ نمیر نے — جس وقت شہِ دیں سے جدا ہوگئے عباسؑ
غش کھایا ہم شبیہ رسولِ قدیر نے — اور شاہِ شہیداں پہ فدا ہوگئے عباسؑ
نرغہ کیا جو پیاسے پہ فوجِ شریر نے — بھائی کے لئے ملکِ بقا ہوگئے عباسؑ
پوتے کو آکے تھاما جنابِ امیرؑ نے — شہؑ کہتے تھے کیا ہم سے جدا ہوگئے عباسؑ

راکب کے تن سے عزمِ جناں روح نے کیا — لشکر کی میرے مٹ گئی زیبائی کی صورت
زہراؑ کا قلب مرکبِ مجروح نے کیا — اب کیا نظر آوے گی نہیں بھائی کی صورت

زینبؑ دلِ حبیبؐ الٰہی کا چین ہے
عطرِ گلِ حدیقۂ ایماں حسینؑ ہے

زینبؑ نظیرِ فاتحِ بدر و حنین ہے
تازی ہو جس سے روح ہو ریحاں حسینؑ ہے

زینبؑ جنابِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہے
زانو نبیؐ کا رحل ہے قرآں حسینؑ ہے

زینب شریکِ کارِ امامِ حسینؑ ہے
پانی ملا نہ جس کو وہ مہماں حسینؑ ہے

زینبؑ حسینیت کی مکمل کتاب ہے
صحرائے کربلا میں ہوا کیا بری چلی

زینبؑ یزیدیت کا مدلل جواب ہے
فاقہ تھا تیسرا کہ گلے پر چھری چلی

کیا پیشِ خدا صاحبِ توقیر ہیں زہراؑ
آئین کس قدر ہے منظّم حسینؑ کا

خاتونِ جناں مالکِ تطہیر ہیں زہراؑ
ہر درد کا علاج ہے یہ غم حسینؑ کا

اُم الحسنؑ و مادرِ شبیرؑ ہیں زہراؑ
درسِ رضا و صبر ہے ماتم حسینؑ کا

سرتابہ قدم نور کی تصویر ہیں زہراؑ
پیغامِ زندگی ہے محرم حسینؑ کا

شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہِ عرب ہیں
ذکرِ غریب سے سندِ فیضِ عام لو

بیٹی ہیں نبیؐ کی یہ حسب ہے وہ نصب ہے
جینا جو چاہتے ہو تو بیکس کا نام لو

شبیرؑ نے حبیب مظاہرؑ سے یوں کہا
آندھیاں غم کی چلیں باغِ تمنا اجڑا

لڑنے کو تُو نہ جا کہ بڑھاپا ہے اب تیرا
کنبہ زہراؑ کا لٹا ہائے مدینہ اجڑا

اُس نے کہا کہ اے پسرِ شاہِ لافتیٰ
گود بانوؑ کی تو بے شبیرؑ کا جھولا اجڑا

تم پر ہزار جان سے ہوجاؤں میں فدا
آگ خیموں میں لگی خانۂ کعبہ اجڑا

ہر چند پیرِ خستہ تن و ناتواں شدم
کل بھرا گھر تھا مگر آج یہ ویرانی ہے

ہر گہ نظر بہ رُوئے دو کرم جواں شدم
صرف صغراؑ کی درِ شہ پہ نگہبانی ہے

لڑ چکے جب رفقا شہؑ کے ستمگاروں سے
جسدم نظر سے بانوؑ کے اکبرؑ نہاں ہوئے

اور قاسمؑ بنا ٹکڑے ہوا تلواروں سے
تڑپا یہ دل کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے

پسرِ سعد نے پوچھا یہ خبرداروں سے
بولی کہ میری جان روانہ کہاں ہوئے

کون اب آئیگا شبیرؑ کے غمخواروں سے
غم کس کا کیجئے نامِ خدا اب رواں ہوئے

بولا وہ باقی لڑائی بڑی تلوار کی ہے
عشقِ پدر اُنہیں ہمیں انِکا خیال ہے

آمد اب فوجِ حسینی کے علمدار کی ہے
مڑکر ادہر نہ دیکھا کہ کیا ماں کا حال ہے

نشانِ فاتحِ بدروحنین ہیں زینبؑ
زہراؑ کی طرح صاحبِ توقیر ہیں زینبؑ

علیؑ کی جان تو زہراؑ کا چین ہیں زینبؑ
ہمشیرِ حسنؑ خواہرِ شبیرؑ ہیں زینبؑ

غریب مثلِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
پروردہء گہوارہء تطہیر ہیں زینبؑ

ثبات و عزم میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
بنتِ شہِ کونین کی تصویر ہیں زینبؑ

کھلے جو بال تو خود ظلم کو حجاب آیا
تمثیل نہیں ہے کوئی عالی نصبی کی

پڑھا جو خطبہ تو کوفے میں انقلاب آیا
بیٹی ہیں علیؑ کی تو نواسی ہیں نبیؐ کی

جب آسماں پہ صبح کا تارا ہوا عیاں
ارشاد سن کے باپ کا وہ یوسفِ زماں

بھائی بہن میں ہونے لگی غم کی داستاں
تحت الحنک کو کھول کے دینے لگا اذاں

اکبرؑ سے اشک بھر کے یہ بولے شہِ زماں
بالکل تھا لحنِ حضرتِ داؤدؑ کا سماں

وقتِ نمازِ صبح ہے اے میرے نوجواں
زینبؑ دیا یہ دیتی تھیں اے ربِ دو جہاں

ارمان کچھ تو دکھیا بہن کے نکال دے
دولہا بنے پہ عمر بڑھی نورِ عین کی

آج آخری اذاں میرے یوسف جمال دے
اٹھارہ سال کی ہے کمائی حسینؑ کی

قتل جب مسلمِ ؑ مظلوم ہوا کوفے میں
یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے

خوں مدینے کے مسافر کا بہا کوفے میں
بے مثل ہے سخی وہ جو سر بھی عطا کرے

اُنکے بیٹوں کا نشاں جب نہ ملا کوفے میں
غازی وہ ہے بلا میں جو تنہا وغا کرے

حُکم یہ حاکمِ کوفہ نے دیا کوفے میں
صابر وہ ہے جو فاقوں میں شکرِ خدا کرے

ڈھونڈو جس جا ہوں چھپے نورِ نظر مسلمؑ کے
کس فرد میں یہ دفترِ جاہ و جلال ہے

قید سے بھاگنے پائیں نہ پسر مسلمؑ کے
وللہ اک حسینؑ میں یہ سب کمال ہے

ایماں کی سند ہے محبت حسینؑ کی
جب مدینے سے روانہ ہوئے سلطانِ زمنؑ

مثلِ نماز فرض ہے اطاعت حسینؑ کی
فاطمہؑ صغراؑ کو فرقت کے کہے چند سخن

ہفتادہ حج ہے ایک زیارت حسینؑ کی
کہا صغراؑ نے سکینہؑ سے بصد رنج و محن

لازم ہے کائنات میں حجت حسینؑ کی
کام ایک اپنا تجھے سونپتی ہے تیری بہن

ایمان انکی جان ہے یہ ایماں کی جان ہے
چھوٹے بھائی کو میری یاد دلاتی رہنا

قرآں فقط دہن ہے یہ گویا زباں ہے
اک بہن اور ہے اصغرؑ کو بتاتی رہنا

پہنچے جب لاشہء اکبرؑ پہ شہِ جن و بشر
کرکے منہ سوئے مدینہ یہ شہِ دیں نے کہا

دیکھا ہے نزع کے عالم میں جوں نورِ نظر
دو انگلیوں کے میرے درمیاں دیکھو بیٹا

بیٹھ گئے پہلو میں فرمانے لگے یہ سرورؑ
گھر کے دروازے پہ اس آس میں ابتک صغراؑ

آخری ہو جو تمنا تو بتادو اکبرؑ
منتظر بیٹھی ہے اب آئینگے مجھے لینے بھیا

بولے حسرت ہے جو ممکن ہو شہِ والا کو
دیکھا اکبرؑ نے تو بابا سے تڑپ کر یہ کہا

دیکھ لوں مرنے سے پہلے میں بہن صغراؑ کو
گھر کے دروازے پہ بیہوش پڑی ہے صغراؑ

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا　　مغرور کیوں ہے جام پہ تو اپنے ساقیا
چودہ پلانے والے ہیں پرواہ ہے مجھ کو کیا　　میں دو سرا میں رکھتا ہوں چودہ کا آسرا
بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتہ　　کوئی نجف میں ہے کوئی مابینِ سامرا
بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا　　یثرب میں کوئی طوس میں ہے میرا مدعا

خورشید مدعا میرا برجِ شرف میں ہے　　یکتا ہے مے فروش میرے مشرقین میں
اک کربلا میں اک مرا ساقی نجف میں ہے　　کوئی ہے کربلا میں کوئی کاظمین میں

جب چلا اپنے وطن سے باد شاہِ کربلا　　یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے
اپنے لشکر کا علم عباسِ غازی کو دیا　　بے مثل ہے سخی وہ جو سر بھی عطا کرے
مادرِ عباسؑ نے جس وقت یہ مژدا سنا　　غازی وہ ہے بلا میں جو تنہا وغا کرے
ہاتھ اٹھا کر مہر و شفقت سے لگی کرنے دعا　　صابر وہ ہے جو فاقوں میں شکرِ خدا کرے

خدا رکھے جہاں میں فاطمہ کی آل کو　　کس فرد میں یہ دفترِ جاہ و جلال ہے
اور مبارک ہو علم میرے علی عباسؑ کو　　ہاں جمعء حسینؑ میں یہ سب کمال ہے

مدت کے بعد آئے مدینے میں سوگوار　　ہوا جو شاہؑ کے لشکر میں قحط پانی کا
کچھ یاد آگیا جو بھولے آئے بیقرار　　عجیب حال ہوا فاطمہؑ کے جانی کا
اکبرؑ ہیں ساتھ اور نہ عباسِؑ علمدار　　کبھی خیال تھا اکبرؑ کی نوجوانی کا
عابدؑ برھنہ پا ہیں تو زینبؑ ہیں دلفگار　　کبھی ملال تھا اصغرؑ کی بے زبانی کا

قبرِ نبیؐ پہ زینبؑ مضطر کے تھے یہ بین　　کبھی بہن کیلئے بے قرار ہوتے تھے
نانا دہائی ہے ہم سے جدا ہوگئے حسینؑ　　کبھی سکینہؑ کا منہ دیکھ کے روتے تھے

جب کی شب قبرِ نبیؐ پر گئے شبیرؑ
اے نانا کے روضے میرا گھر ہوتا ہے ویراں

رخصت کو مہِ آلِ پیمبر گئے شبیرؑ
اے قبر حسینؑ آج کی شب ہے تیرا میہماں

قندیل جو روشن کی تو غش کرگئے شبیرؑ
کل صبح میری آخری منزل کا ہے ساماں

زینبؑ نے یہ جانا کہ بس اب مرگئے شبیرؑ
کل روح میرے نانا کی ہوئے گی پریشاں

تھی غش میں ندا ہم اسی حسرت میں مرینگے
اے قبر میں دکھ پاؤنگا پردیس میں جاکر

اب روشنی اس قبر پہ کاہے کو کرینگے
تُو شق ہو تو نانا سے لپٹ جاؤں میں آکر

لفظوں کا وضو زکرِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
تطہیر فاطمہؑ کی طبیعت کا نام ہے

یہ دل کی کسک حرف کے سانچے میں ڈھلی ہے
اسلام شاہزادی کی سیرت کا نام ہے

مجلس ہے وہ آغوش ولا جس میں پلی ہے
تسبیح ہی حبِ حق کی علامت کا نام ہے

یہ رسمِ عزا دہر میں زینبؑ سے چلی ہے
زہراؑ کتابِ حق کی آیت کا نام ہے

زندہ کیا بھائی کی شہادت کو بہن نے
غم میں سپر ہے فاتحِ بدر و حنین کی

تیغوں کا فسانہ کہا بازو کی رسن نے
معیارِ صبر یہ ہے کہ ماں ہے حسینؑ کی

رضا جہاد کی جب لیکے مرگئے اکبرؑ
قافلہ آلِ محمدؐ کا سوئے شام چلا

پکارے شاہؑ یہ کیا ہم سے کرگئے اکبرؑ
لیکے کچھ خون سے لکھے ہوئے پیغام چلا

ضعیف باپ سے چھٹ کر کدھر گئے اکبرؑ
روندتا پیروں سے ہر گردشِ ایام چلا

ہمیں بھی پاس بلالو جدھر گئے اکبرؑ
ہاتھ بندھوائے پئے نصرتِ اسلام چلا

وہ برچھی سینے پہ کھائی کہ دل سے آہ نہ کی
اک سر ختم ہے اک اور سفر کرنا ہے

ضعیف باپ کی تنہائی پر نگاہ نہ کی
کربلا فتح ہوئی شام کو سر کرنا ہے

پہنچی یہ سکینہؑ کو خبر جبکہ کسی سے — سحر کو آلِ نبیؐ جب میانِ شام آئے
دریا پہ لڑائی ہوئی عباسِ علیؑ سے — عزائے شاہ میں گریان و تشنہ کام آئے
سن کے لگی کہنے وہ تب اپنی چچی سے — عریضہ چاک گریبان پھٹے تمام آئے
آخر یہ ہوا صدمہ میری تشنہ لبی سے — تماشے کیلئے یہ کہہ کے خاص و عام آئے

سنتی ہوں کے دریا کے کنارے گئے عباسؑ — مقامِ سیر ہے بھوکی پیاسیاں آئیں
کیا جانئے جیتے ہیں کہ مارے گئے عباسؑ — چلو چلو کہ نبیؐ کی نواسیاں آئیں

رلا رہی ہے دلوں کو لٹی ہوئی سرکار — گزرِ منزلِ تسلیم رضا مشکل ہے
نہ پیدلوں کے پرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار — سہل ہے عشقِ بشر عشقِ خدا مشکل ہے
اجڑ گیا وہ چمن ہوگئی خزاں وہ بہار — وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمتگار — جن کے رتبے ہیں سوا اُنکو سوا مشکل ہے

مقام ہُو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے — یہ فقط کام ہوا فاطمہؑ کے جانی سے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اڑتی ہے — مشکلیں جتنی پڑیں کاٹیں سب آسانی سے

سجادؑ کو بلوایا دوبارہ جو شقی نے — رن سے حسینؑ لاتے ہیں اکبرؑ کی لاش کو
یہ سنتے ہی بیبیوں کے دھڑکنے لگے سینے — لپٹائے ہیں کلیجے سے دلبر کی لاش کو
فرمایا بھتیجے سے یہ تب بنتِ علیؑ نے — بھیا سنبھالو شکلِ پیمبرؐ کی لاش کو
میں کیا کہوں جو داغ اٹھائے میرے جی نے — فرماتے ہیں یہ ثانیٔ جعفر کی لاش کو

کیا جانئے کیا کیا ستم ایجاد کریگا — امداد کا یہ وقت ہے مجھ ناتوان کی
بلوا کے ہمیں کونسی بیداد کریگا — اٹھتی نہیں ضعیف سے میت جوان کی

جب وعدے پہ شبیرؑ نہ پھر آئے سفر سے
صغراؑ نے کہا اب نہ ملونگی میں پدر سے
تپ آتی ہے بیتاب ہوں میں دردِ جگر سے
مدت ہوئی نکلے ہوئے سب کنبے کو گھر سے
کیا پانی سفر میں بھی نہیں پاتے ہیں بابا
جب پانی میں پیتی ہوں تو یاد آتے ہیں بابا

جب ہوا لشکرِ اسلام صف آرا رن میں
جنگ کا ہوچکا سامان جب سارا رن میں
اور لعینوں نے جوانوں کو پکارا رن میں
کیا حضرت نے رفیقوں کو یہ اشارہ رن میں
یعنی مت دیر کرو سر جسے کٹوانا ہے
جائے دنیا سے وہ جنت میں جسے جانا ہے

جب دشت میں گنجینہء حیدرؑ ہوا آخر
آخر ہوا وہ دن بھی کہ لشکر ہوا آخر
پہلے تو وہاں حرِّ دلاور ہوا آخر
پھر سہرا بندھا قاسمِ مضطر ہوا آخر
لوگوں کو بہت بیاہ کی حسرت تھی وطن میں
یاں گھوڑوں سے پامالئے قاسمؑ ہوئے رن میں

ریتی کی سجدہ گاہ پہ خونِ پیمبریؐ
ڈوبی ہوئی لہو میں قبائے غضنفری
کون و مکاں میں رعبِ شہادت سے تھرتھری
ایسی سکندری تھی کسی کی نہ قیصری
اُس دن سے آج تک یہ حکومت کا زور ہے
ہر سمت یاحسینؑ کا دنیا میں شور ہے

عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں
جو نورِ خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں
ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں
پیدا ہوئی جنکے لئے دنیا وہ کہاں ہیں
جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدِؐ مرسل نہ رہے کون رہیگا

ہے کل کی ابھی بات کہ آباد تھا کیا گھر
جس گھر پہ گدا آنکے ہوتا تھا تونگر
وہ مجمعِ احباب وہ دربارِ پیمبرؐ
وہ فاطمہؑ کا جا ہ و حشم شوکتِ حیدرؑ
بے اذن چلا آئے یہ مقدور تھا کس میں
یا آج وہی گھر ہے کہ خاک اڑتی ہے جس میں

جبکہ زنداں میں سکینہؑ کو مقدر لایا
پیاسہ سقائے سکینہؑ جو گیا کوثر پر

بچپنے کی جو اسیری تھی تو دم گھبرایا
میرِ کوثر نے اسے بھر دیا جامِ کوثر

رو کے کہتی تھی کہ اماں یہ عجب گھر پایا
جام تو لے لیا پر لب نہ کئے اپنے تر

آؤ بابا کہ میرا دم ہے لبوں پر آیا
اور سکینہؑ کے تصور میں بہت رو رو کر

روئی بھی راہ میں آکر نہ کیا پیار مجھے
بارشِ اشک سے چھلکا دیا کوثر کا جام

قید خانے میں تو دکھلایئے دیدار مجھے
دیر تک رویا کیا لے کے سکینہؑ کا نام

خواہشِ ملک نہ ہو جس کو سلطان ہے تُو
حق نے حسینؑ کو وہ گلِ تر بنادیا

فوقیت جس کو ملک پر ہے وہ انسان ہے تُو
جس نے مشامِ دیں کو معطر بنادیا

قبلہ ء دین ہے تُو کعبہ ء ایمان ہے تُو
نوری بنایا نار سے جس کو نکال کر

اے حسینؑ ابنِ علیؑ معنی ء قرآن ہے تُو
قطرے کو ایک دم میں سمندر بنادیا

جو نہ محتاج ہو لشکر کو غازی تُو ہے
یہ ہے طفیل خدمتِ آلِ رسولؐ کا

ناز سجدہ کرے جس پر وہ نمازی تُو ہے
بگڑا ہوا تھا حرؑ کا مقدر بنادیا

اک روز کے رستے میں جو شیریں کا رہا گھر
اک بات میں کہتا ہوں نہ تم دل سے بھلانا

خواب اُس نے یہ دیکھا کہ حسینؑ آئے ہیں بے سر
بچے میرے پیاسے ہیں انہیں پانی پلانا

اور خون میں ڈوبے ہیں کھڑے صحن کے اندر
سجادؑ سے کہنا کہ نہ تم غصے میں آنا

کہتے ہیں کہ کل آؤنگا گھر تیرے مقرر
دادا کی طرح صبر سے گردن کو بندھانا

وعدہ تیرا لایا ہے مجھے کرب و بلا سے
اعدا جو کریں ظلم نہ گھبرائیو بیٹا

آئے ہیں بھی ہم پیاسے ہی جائینگے بھی پیاسے
لیجائیں جدھر ساتھ چلے جائیو بیٹا

جب پاؤں پہ زینبؑ کے گری ہندِ وفادار — تقدیر مجھے بھائی کے لاشے پہ جو لائی
اور اپنی ردا اُنکو اڑہانے لگی اک بار — میں کہتی تھی لپٹی ہوئی ہے ہے میرا بھائی
زینبؑ نے کہا ہند ٹھرجا پئے غفار — ناگاہ ہوئی لاش سے درپیش جدائی
کر آئی ہوں کچھ لاشہء شبیرؑ سے اقرار — اعجاز سے لاشے نے یہ آواز سنائی

سرکھلنے کا کچھ غم نہیں صدمہ یہ بڑا ہے — زینبؑ ہمیں محتاجِ کفن چھوڑ چلی ہو
لاشہ میرے مانجائے کا عریان پڑا ہے — لاشہ میرا جنگل میں بہن چھوڑ چلی ہو

شور ہے شام ہے لشکر میں کہ عباسؑ آئے — واہ کس شان سے سقائے حرم آتا ہے
اور تواتر خبر آئی کہ بہت پاس آئے — معرکے میں کوئی اس طرح سے کم آتا ہے
پر غمِ شاہِ شہیداں سے بصد یاس آئے — کیا اڑاتا ہوا دامانِ علم آتا ہے
بولی تقدیر کہ یہ جنگ انہیں راس آئے — کیا دکھاتا ہوا اقبال و حشم آتا ہے

بڑھ کے گھوڑے کا شجاعت نے قدم چوم لیا — حُسن ایسا ہے کہ اک روح مزہ پاتی ہے
فتح نے گوشہ ء دامانِ علم چوم لیا — رعب ایسا ہے کہ بس جان چلی جاتی ہے

لگے ہتھیار جب اکبرؑ لگانے — میدان سے لاش آئی جو فرزندِ حسنؑ کی
لگا ماں کا کلیجہ منہ کو آنے — خیمے میں بڑہائی گئی انتھ اُسکی دلہن کی
گئیں چپکے سے وہ عابدؑ کے سرہانے — جب ہوسکی نہ تدبیر کچھ کفن و دفن کی
لگیں بیمار کا شانہ ہلانے — سر پیٹ کے ماں بولی یہ اُس غنچہ دہن کی

کہا بیٹا اٹھو گھر لٹ رہا ہے — عباسِؑ علیؑ خیمے میں شرما کے نہ آئے
علی اکبرؑ بھی مرنے کو چلا ہے — پُرسے کیلئے فاطمہ کبریٰ کے نہ آئے

نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے — عباسؑ سوئے کوثر باغِ جناں چلے
خشبو لہو کی آنے لگی قتل گاہ سے — روکر کہا حسینؑ نے بھائی کہاں چلے
بولی سکینہؑ ملتے چلو لاشِ شاہؑ سے — زوجہ پکاری اے میرے والی کہاں چلے
رخصت ضرور ہو شہِؑ عالم پناہ سے — بولے جہاں سے اب نہ ملینگے وہاں چلے

جی بھر کے خوب خانہء زنداں میں روئینگے — اب آخری وداع کی باری نہ آئیگی
اب کاہے کو حسینؑ کے سینے پہ سوئینگے — آئی ہے سب کی لاش ہماری نہ آئیگی

ناگہ پکاری ڈیوڑھی پہ ہمشیرِ خستہ جاں — جب نہ اعدا سے کسی طرح صفائی ٹھری
بازو پہ رسی باندھ کے لڑیے شہِ زماں — صبح عاشور محرم کو لڑائی ٹھری
مانجائے اتنا پیر کے تن میں لہو کہاں — پوچھا زینبؑ نے کہ کیا اے میرے بھائی ٹھری
فضہ کے ہاتھ بھیج دوں چادر کی دھجیاں — شہؑ نے فرمایا بہن تم سے جدائی ٹھری

زخموں کو باندھو پھر شوق سے دل کھول کر لڑو — آج پیاروں کی ملاقات غنیمت جانو
پر نوجواں کی لاش سے منہ موڑ کر لڑو — اے بہن وصل کی یہ رات غنیمت جانو

کہتی تھیں بانوؑ اصغرؑ جانی کب تم گھر میں آؤگے — یارو زہے توقیر جو اس بزم میں آئیں
دریا پر سے پی کر پانی کب تم گھر میں آؤگے — یاروئیں یا رونے کی صورت ہی بنائیں
اپنی دکھانے شکل نعمانی کب تم گھر میں آؤگے — زینبؑ تو عزاداروں کو دیتی ہیں دعائیں
بولو میرے یوسفِ ثانی کب تم گھر میں آؤگے — اور فاطمہؑ اُن لوگوں کی لیتی ہیں بلائیں

سوگ میں تیرے بیٹا ہم نے پہنی کفنی کالی ہے — گرتا ہے جو آنسو کوئی فریاد و بکا سے
بھورے بالوں والے آجا جھولا تیرا خالی ہے — خود پونچھتے ہیں اُس کو علیؑ اپنی عبا سے

خلق و کرم شرافت و غیرت کی روح و جاں — عزیزو آج یہ نیرنگ ہے زمانے میں
میدان میں کھڑا ہے لئے لاشِ بے زباں — علیؑ کی بیٹیاں جاتی ہیں قید خانے میں
میت سے پھر وہ کہتا ہے اے ننھے مہماں — بندھی تھی اک رسن بیکسوں کے شانے میں
خیمے کو دیکھتا ہے کبھی سوئے آسماں — اٹھائے لاکھ الم تا با شام جانے میں

لایا تھا کہہ کے پانی پلاؤنگا میں ربابؑ — نہ چین پایا نہ سوئے نہ آب و دانہ ملا
اصغرؑ بتا کہ دوں میں تیری ماں کو کیا جواب — ملا تو شام میں ٹوٹا سا قید خانہ ملا

برچھی کی انی جب لگی اکبرؑ کے جگر میں — شہِؑ مظلوم سے عباسؑ نے جسدم علم پایا
اور مرگیا دم توڑ کے آغوشِ پدر میں — سریرِ قدر میں وہ ہو گیا جعفر کا ہم پایا
شہؑ نے کہا کس طور تجھے لے چلوں گھر میں — فلک بھی اپنے پیشِ منزلت غازی نے خم پایا
بازو میں نہ طاقت ہے نہ قوت ہے بدن میں — مسافر نے نشانِ منزلِ ملکِ عدم پایا

لے جانا تیری لاش کا دشوار ہے بیٹا — کہا باغِ ارم کی بُو ابھی سے مجھ کو آتی ہے
سر اپنا بھی تن پر یہ مجھے بار ہے بیٹا — اسی سائے تلے خلدِ بریں کو راہ جاتی ہے

حسینؑ جبکہ چلے بعدِ دوپہر رن کو — خیمے دریا پہ کئے نصب شہ والاؑ نے
کوئی نہ تھا کہ جو تھامے رکابِ توسن کو — گھیرا شبیرؑ کو فوجِ ستم آرا نے
سکینہؑ جھاڑ رہی تھیں عبا کے دامن کو — لبِ دریا اترنے نہ دیا اعدا نے
حسینؑ چپکے کھڑے تھے جھکائے گردن کو — فوجِ اعدا سے لگے شبیرؑ یہ فرمانے

نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو — یہ بھی دو چار دن ہم پر سے گزر جائینگے
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو — جو رضا حق کی ہے تو پیاسے ہی مرجائینگے

جب سنا شمر نے سقائے حرم آتا ہے — حیدرؑ کی طرح صاحبِ شمشیر ہیں عباسؑ
قوتِ بازوئے سردارِ امم آتا ہے — ہنگامِ وغا شاہ کی تصویر ہیں عباسؑ
ہاتھ میں تھامے ہوئے مشک و علم آتا ہے — قرآن و وفا خلق کی تفسیر ہیں عباسؑ
نہر پر گوہرِ دریائے کرم آتا ہے — تنہا ہیں مگر لشکرِ شبیرؑ ہیں عباسؑ

دی صدا فوج کو ہاں غازیو ہشیار رہو — ہیں آس یہ زینبؑ کی تو امید حرم کی
اب علمدارؑ کی آمد ہے خبردار رہو — ڈھارس ہے یہی قلبِ شہنشاہِ اممؑ کی

سکینہؑ قید ہوکر شام کے زنداں میں جب آئی — اُدہر سے جو گزرتا تھا تو کہتی تھی کہ سنتا جا
وہ بچی اُس اندھیرے گھر کی تاریکی سے گھبرائی — میں بیکس قید میں ہوں اک میرا پیغام لیتا جا
مقدر نے عجب آفت کی پہلی رات دکھلائی — اگر بابا ملیں تو تُو کہیو قسم کھا کھا
زمیں تو فرش تھی سایہ فگن تھا چرخِ مینائی — سکینہؑ پر مصیبت ہے خبر لو اے شہِ والاؑ

پھپھی کے پاس سوتی تھی نہ ماں کے پاس سوتی تھی — جو وہ یوں کہے خیمے میں سوتا چھوڑ آیا ہوں
برہنہ سر کئے زنداں کے دروازے پہ روتی تھی — تو تُو کہیو درِ زنداں پہ روتا چھوڑا آیا ہوں

تسبیح فاطمہؑ جو ادا کی امامؑ نے — جب تین دن کی پیاس میں اکبرؑ ہوئے شہید
جاسوس نے خبر یہ کہی آ کے سامنے — عباسؑ اور قاسمؑ مضطر ہوئے شہید
کی سیر گھاٹ گھاٹ کی اُسدم غلام نے — حلقوم چھد گیا علی اصغرؑ ہوئے شہید
آبِ رواں بھی بند کیا فوجِ شام نے — کرب و بلا میں یعنی بہتّر ہوئے شہید

فوجِ خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے — لاشِ حسینؑ گھوڑوں سے پامال ہوگئی
شہؑ بولے کیا مضائقہ کوثر قریب ہے — منظر بہن نے دیکھا تو بے حال ہوگئی

زمیں سے تا با فلک ہوگئی فضا پُرغم　　آئی سنانی شاہؑ کی جسدم مدینے میں
ہوئے شہید جو ہنگامِ عصر شاہِ اممؑ　　صغراؑ پکاری خاک میرے ایسے جینے میں
اسیر ہوکے چلے کربلا سے اہلِ حرم　　جب آتشِ الم نہ لگے میرے سینے میں
اٹھائے راہِ پُر آشوب میں الم پہ الم　　ہے ہے یتیم ہوگئی میں اس مہینے میں

کسی اسیر پہ جب کوئی ظلم ہوتا تھا　　فرقت کا داغ دل پہ سبھی میرے دھرگئے
سناں کی نوک پہ فرقِ حسینؑ روتا تھا　　صغراؑ کے جو تھے چاہنے والے وہ مرگئے

بعد عباسؑ کے اکبرؑ کی جو باری آئی　　شام سے مقتل میں آئے جس گھڑی زین العباؑ
خیمے کے در پہ قضا لیکے سواری آئی　　ساتھ انکے بیکسوں کا ننگے سر تھا قافلہ
فاطمہؑ خلد سے کرتی ہوئی زاری آئی　　دیکھا اک جانب بنی ہے قبرِ شاہِ انبیاؐ
شہؑ نے فرمایا کہ اب موت ہماری آئی　　اور اک جانب ہے قبرِ ہم شبیہِ مصطفیؐ

دیکھیں قسمت ہمیں کیا کیا ابھی دکھلاتی ہے　　زینبؑ و کلثومؑ کہتی ہیں بصد آہ و بکا
اب زیارت بھی پیمبرؐ کی اٹھی جاتی ہے　　بھائی بے کسی پہ تیری ہوں بہنیں فدا

زینبؑ بتولِؑ پاک کی آئینہ دار ہیں　　صغراؑ کو نہ امید رہی جبکہ شفا کی
اسلام کے چمن کی بقا و بہار ہیں　　آخر کو دوا چھوڑ دی اور ترکِ غذا کی
دونوں جہاں میں انکے شرف آشکار ہیں　　نانی سے کہا مانگو دعا میری قضا کی
یہ شاملِ عبادتِ پروردگار ہیں　　بابا بھی نہیں آتے یہ مرضی ہے خدا کی

وقتِ نزع یہ حال شہؑ تشنہ کام تھا　　اب سانس کی سینے میں صدا بھی نہیں آتی
سجدے میں سر زباں پہ زینبؑ کا نام تھا　　بابا بھی نہیں آتے قضا بھی نہیں آتی

گود میں بیٹھ کر بابا کی سکینہؑ نے کہا　　دنیا میں سب فنا ہے کسی کو بقا نہیں
عموں نے پانی لانے کا کیا تھا وعدہ　　ہر شے فنا ہے زاتِ خدا کو فنا نہیں
دیکھو بابا نہ چچا آئے نہ پانی آیا　　ہر شے کا ذکر کیا ہے نبیؐ تک رہا نہیں
رو کے بیٹی سے یہ فرمانے لگے شاہِ ہدیٰ　　مرجائینگے یہ خیال کسی کو ذرا نہیں
شکوہ ء وعدہ خلافی میری جانی کیسا　　گزرے ہیں یوں تو رنج ہر اک نیکنام پر
بہہ گیا خون علمدارؑ کا پانی کیسا　　ہے خاتمہ حسین علیہ السلام پر

جب صف آرا ہوئے شبیرؑ کے یاور رن میں　　جنابِ حیدرِ کرارؑ ساقی ء کوثر
کھینچ کر تیغ یہ کہتے تھے دلاور رن میں　　حلالِ مشکلات بادشاہِ جن و بشر
دھوپ میں کھائینگے ہم نیزہ و خنجر رن میں　　امام رونقِ محرابِ زینتِ منبر
آج کھل جائینگے ہر اک کے جوہر رن میں　　جہاں پناہ یداللہ قاتلِ عنتر
دیکھیں بڑھ بڑھ کے قدم کس کا سوا پڑتا ہے　　بڑے بڑے صنموں کے بگاڑنے والے
دیر تک کون ہزاروں سے کھڑا لڑتا ہے　　کھڑے کھڑے درِ خیبر اکھاڑنے والے

خلق میں جو کوئی شبیرؑ کا زوار ہوا　　آئی سنانی شاہؑ کی جسدم مدینے میں
پاک عصیاں سے ہوا اور نیک و کار ہوا　　صغراؑ پکاری خاک میرے ایسے جینے میں
وہ درِ احمدِ مختار کا مختار ہوا　　جب آتشِ الم نہ لگے میرے سینے میں
راضی اُس شخص سے عباسِ علمدارؑ ہوا　　ہے ہے یتیم ہوگئی میں اس مہینے میں
کربلا کو جو گیا شہؑ کے قدم کے نیچے　　فرقت کا داغ دل پہ سبھی میرے دھرگئے
اُس کو بٹھلائینگے عباسؑ علم کے نیچے　　صغراؑ کے جو تھے چاہنے والے وہ مرگئے

دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے

پوچھو اسی کے دل سے کمر جس کی ٹوٹ جائے
فرماتے تھے پسر سے یہ رو کر کہ ہائے ہائے
اکبر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے

عباس کیا جدا ہوئے گھر میرا لٹ گیا
بچپن کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا

شہؑ پر عباسؑ نے جب پیاس کی شدت دیکھی

اور کُملائی ہوئی آپ کی صورت دیکھی
سب عزیزوں کی رفیقوں کی شہادت دیکھی
روکے فرمایا بڑی ہم نے مصیبت دیکھی

پانی ہم لائینگے دریا کی اجازت دیجئے
سوکھے ہونٹوں کا تصدق ہمیں رخصت دیجئے

رن میں جب بانوئے بیکس کی سواری آئی

لاشہء اکبرؑ پہ یہ کرتی ہوئی زاری آئی
اٹھ میرے لعل یہ مادر ہے تمہاری آئی
دیکھو کس شان سے ہے اماں تمہاری آئی

نہ تو ہودج ہے نہ محمل نہ عماری بیٹا
سر کھلے بلوے میں ہے اماں یہ تمہاری بیٹا

تو ملکِ ذوالجلال کا ناظم ہے یا علیؑ

جبریل تیرے در کا ملازم ہے یاعلیؑ
میکائیل سا ملک تیرا خادم ہے یاعلیؑ
سجدہ تیری جناب میں لازم ہے یا علیؑ

تو وہ بہر ہے جس سے کوئی آشنا نہیں
سب قدرتیں خدا کی ہیں لیکن خدا نہیں

حسینؑ گھوڑے پہ جسدم ڈگمانے لگا

مہار ہاتھوں سے چھوٹی کہ غش جو آنے لگا
مگر وہ گھوڑے کو آہستہ یوں سنانے لگا
اے رہوار میرے میں تو اب ٹھکانے لگا

بدن تمام میرا برچھیوں سے گھائل ہے
رکاب پاؤں سے چھوٹی سنبھلنا مشکل ہے

بھائی صاحب نہیں واللہ مجھے مرنے کا ڈر
تم سلامت رہو رونے کو میرے لاشے پر
اور پڑھ دینا جنازے کی نماز اے سرورؑ
آبرو بندے کی بڑھ جائیگی پیشِ داور

جامہء آخری مولا مجھے پہنا دینا
خود کھڑے ہوکے لحد میں مجھے دفنا دینا

تم تو کہتے تھے مدینے کی طرف جاؤنگا
فاطمہ صغراؑ بہن اپنی کو لے آؤنگا
وعدہ جو میں نے کیا ہے وہ بجا لاؤنگا
تم نہ روؤ تمہیں صغراؑ سے ملا لاؤنگا

خوب صغراؑ کو ملایا میرے جانی مجھ سے
خود جدا ہوگئے اے یوسفِ ثانی مجھ سے

جب کربلا میں لشکرِ شہ خیمہ زن ہوا ہوئی جو دردِ جدائی میں مبتلا صغرا
روشن تجلیاتِ الٰہی سے بن ہوا زبانِ حال سے کرتی تھی یہ بکا صغرا
مہوہ ولائے دشت ہر اک صف شکن ہوا کہ اب نہ دیکھے گی کیا صورتِ شفا صغرا
ابنِ رسولؐ زیب دہِ انجمن ہوا جنابِ حق میں یہی کرتی تھی التجا صغرا

جلوہ تھا یوں سپاہ میں جانِ بتولؑ کا تپِ فراق سے جلدی شفا دے صغرا کو
نبیوں میں جیسے نور جنابِ رسولؐ کا الٰہی باپ چچا سے ملادے صغرا کو

لڑتے لڑتے علی اکبرؑ نے جو برچھی کھائی آمد آمد علی اکبرؑ کی جو مشہور ہوئی
دشت سے یا اباتا کی جونہی آواز آئی یعنی مدتِ شہادت بھی تو منظور ہوئی
خیمے میں بانوئے ناشاد بہت گھبرائی دشت سے دردِ تباہی جو ذرا دور ہوئی
آکے در پر شہِ بیکس کو یوں وہ چلائی شاہزادے کی عیاں صورتِ پُرنور ہوئی

ادہر آؤ قدم آگے نہ بڑہاؤ صاحب غل ہوا سبطِ رسول الثقلین آپہنچا
لونڈی برباد ہوئی خیمے تک آؤ صاحب ہاں خبردار ہو فرزندِ حسینؑ آپہنچا

کبوتر غرقِ خوں دیوارِ صغرا پر جو آبیٹھا

ہوئی حیراں نہایت اور رو رو اس سے یہ پوچھا
غش آتا ہے تیری بو سے بھرا ہے یہ لہو کس کا
کبوتر خاک وخوں میں لوٹ کر صغرا سے یوں بولا
منم آں قاصدِ بحرِ بیاباں چشم تر دارم
بخونِ سیدِ مظلوم غلطاں بال و پر دارم

سلام

غبارِ رہِ رفتگاں رہ گیا
تصور میں اک کارواں رہ گیا
بیاباں سے جنت بنی کربلا
مدینے میں خالی مکاں رہ گیا
جوابِ ستم دیکھ او حُرملہ
فقط ہنس کے اک بے زباں رہ گیا
مدینہ کہاں اور کہاں کربلا
کہاں کا مسافر کہاں رہ گیا
گناہوں سے حامدؔ کمر جھک گئی
ضعیفی میں بارِ گراں رہ گیا

انوکھی رہی دعوتِ نینوا
ارے تشنہ لب مہماں رہ گیا
نہ پھر باغِ زہراؑ میں آئی بہار
زمانے میں ذکرِ خزاں رہ گیا
یہ مانا خیامِ حرم جل گئے
ہمارے دلوں میں دھواں رہ گیا
ستاتی رہی لحنِ اکبرؑ کی یاد
اسیروں میں ذکرِ اذاں رہ گیا

سلام

اے سلامی حشر کے دن خوف کچھ کھانا نہیں
شافعِ محشر علیؑ ہیں دیکھو گھبرانا نہیں
حشر میں ممکن ہے یہ کہکر نصیری چھوٹ جائے
ہم تو انساں ہیں فرشتوں نے بھی پہچانا نہیں
میری مٹی کو نہ ہوئے قبرِ ایذائے فشار
بوترابی ہوں مجھے کیا تو نے پہچانا نہیں

جب فرشتوں نے اٹھایا قبر میں بولے علیؑ
ہم تیری بالیں پہ ہیں موجود گھبرانا نہیں
کہنے دیجئے یاعلیؑ سرشارِ الفت کو خدا
جرم کے قابل کسی مذہب میں دیوانہ نہیں
بعدِ قتلِ اقربا خیمے میں آئے جب حسینؑ
ایسی صورت تھی کہ زینبؑ نے بھی پہچانا نہیں

سلام

شہیدِ نازِ جانانِ جہاں ہیں کربلا والے
خدا شاہد امامِ عاشقاں ہیں کربلا والے
دلوں میں جس جگہ حق ہے اُنہیں بھی بس وہیں ڈھونڈو
نگاہوں سے نہاں ہوکر عیاں ہیں کربلا والے
اِدھر بھی اک نظر اے زائرانِ کعبہ و طیبہ
یہاں کعبے کا قبلہ ہیں یہاں ہیں کربلا والے
شفاعت کیلئے کہتے پھریں گے لوگ محشر میں
کہاں ہیں کربلا والے کہاں ہیں کربلا والے
پکاری فوج تیور دیکھ کر عونؑ و محمدؑ کے
سبھی چھوٹے بڑے شیرِ ژیاں ہیں کربلا والے

مکینِ کائناتِ جاوداں ہیں کربلا والے
وہ ہے اک مختلف دنیا جہاں ہیں کربلا والے
جو لُٹ کر دشتِ غربت میں ہوئے تھے بے سروساماں
وہی سرمایہء باغِ جناں ہیں کربلا والے
زمانہ دشمنِ نام و نشاں ہے آج تک جن کا
وہی چشم و چراغِ آسماں ہیں کربلا والے
زمینِ کربلا اُس وقت اٹھ کر یہ پکارے گی
یہاں ہیں کربلا والے یہاں ہیں کربلا والے
علی اصغرؑ ہوں یا ابنِ مظاہرؑ جوش و جرات میں
سبھی فخرِ جوانانِ جہاں ہیں کربلا والے

سلام

جو ربطِ الفتِ نفسِ پیمبرؐ توڑ دیتے ہیں
ہم اپنے سارے رشتے انُ سے یکسر توڑ دیتے ہیں
اگر جھوٹے خدا چڑھ جاتے ہیں دیوارِ کعبہ پر
تو یہ دوشِ رسولِ حقؐ پہ چڑھ کر توڑ دیتے ہیں
علم لہراتے ہیں جب توڑتے ہیں ہمتِ باطل
علم جب نصب کرتے ہیں تو پتھر توڑ دیتے ہیں
علی کا زور تلواروں پہ تکیہ کر نہیں سکتا
یہ تلواروں کو بھی میداں میں اکثر توڑ دیتے ہیں

کسی کی خودسری آگے علیؑ کے چل نہیں سکتی
جوانِ کے سامنے اٹھتا ہے وہ سر توڑ دیتے ہیں
کوئی کیا جانے اُنکے بازوؤں میں زور کیا ہوگا
جو اپنی انگلیوں سے بابِ خیبر توڑ دیتے ہیں
وہ بے ایمان پیاسے ہی مریں گے روزِ محشر بھی
عداوت کر کے ساقی سے جو ساغر توڑ دیتے ہیں
علیؑ کے سامنے ہے کیا حقیقت رشتہ داری کی
مسلماں جوڑ دیتے ہیں یہ بڑھ کر توڑ دیتے ہیں

مدحِ علیؑ کا میں نہیں دفتر لئے ہوئے
ہاتھوں پہ ہوں نجات کا محضر لئے ہوئے
جھولے میں بھی تو کھیل علیؑ کے نرالے ہیں
ہیں انگلیوں میں کلمۂ اذدر لئے ہوئے
عباسؑ بھر کے مشک جو نکلے تو غل ہوا
حیدرؑ چلے ہیں دوش پہ کوثر لئے ہوئے
بولی سکینہؑ اے پھپھی اماں کہاں ہیں آپ
جاتا ہے شمر وہ میرے گوہر لئے ہوئے

سلام

روح الامیں پروں کو ذرا گن تو لیجئے
پھرتی ہے ذوالفقارِ علیؑ پر لئے ہوئے
حیدرؑ کو چشمِ بد سے بچائے میرا خدا
قائم ہوا پہ ہے درِ خیبر لئے ہوئے
عابدؑ کبھی جو ضعف سے رکتے تھے بار بار
بڑھتے تھے تازیانہ ستم گر لئے ہوئے
تیار قافلہ ہے لطافتؔ پئے سفر
ہم بھی کھڑے ہیں کاندھے پہ بستر لئے ہوئے

اسطرح رہتا ہوں میں مشکلکشا کے سامنے
جسطرح سائل کوئی حاجت روا کے سامنے
سوچتا ہوں جب نصیری کے خدا ہیں مرتضیٰؑ
حشر میں جائینگے پھر وہ کس خدا کے سامنے
میری یہ آنکھیں غمِ شبیر میں چھلکی ہوئی
جیسے دو کوثر ہوں نہرِ علقمہ کے سامنے
سجدہء حق میں جبیں جھکتی ہے اپنے وقت پر
دل جھکا رہتا ہے ہر وقت کربلا کے سامنے
میری نظروں میں ہوئی اُس وقت باطل کو شکست
رودئے اعدا جو اصغرؑ کی ادا کے سامنے
مرنا تو برحق ہے محشرؔ بس یہ اک خوف ہے
کیا عمل لیکر میں جاؤنگا خدا کے سامنے

سلام

وقتِ مشکل اک ذرا میں نے کہا مشکلکشا
مشکلیں مشکل میں ہیں مشکلکشا کے سامنے
شکریہ ناکام ہوکر آنیوالو شکریہ
تم علم واپس تو لائے مصطفیٰؐ کے سامنے
یوں عدو تھے حملہء شیرِ خدا کے سامنے
حشر جو تنکوں کا ہوتا ہے ہوا کے سامنے
بولے شہؑ یہ حضرتِ عباسؑ کو دیکر علم
مت الٹنا آستیں بھی اشقیا کے سامنے
دیکھ کر نامحرموں کو یہ سکینہؑ نے کہا
بے ردا آئے نہ ہم ایک دن چچا کے سامنے

سلام

تیری خلقت پہ خود خالق کی قدرت ناز کرتی ہے
شبِ اسریٰ تجھے پاکر نبوت ناز کرتی ہے
وہ خطبے بعد مرسل جو پڑھے تھے آج تک ان پر
فصاحت فخر کرتی ہے بلاغت ناز کرتی ہے
وہ فاقے ہوں کہ جو کی روٹیاں ہے شکرِ حق لب پر
یہی تو بس وہ منزل ہے کہ قدرت ناز کرتی ہے
ملک چوکھٹ پہ سر رکھیں نبیؐ تعظیم کو اٹھیں
لپٹ کر تیرے قدموں سے جلالت ناز کرتی ہے
جو تیری مدح میں اُترے وہ سورہ فخر کرتا ہے
جو تیری شان میں آئے وہ آیت ناز کرتی ہے
وہ مریمؑ تھیں کہ جن کا فخر عصمت بن گئی لیکن
تیرا بیٹا قیامت تک رہیگا ساتھ قرآں کے
تری ھستی پہ احمدؐ کی شریعت ناز کرتی ہے
تری الفت مٹادیتی ہے سارا دفترِ عصیاں
شفاعت پر تری خالق کی رحمت ناز کرتی ہے
بچائی عزتِ دیں اسطرح سے تیرے بیٹوں نے
کہ جن پر آج تک ایماں کی قسمت ناز کرتی ہے
وہ جو کی روٹیاں پکی جو تیرے پاک ہاتھوں سے
پہنچ جاتی ہیں جنت تک تو جنت ناز کرتی ہے
یہ فطرت ہے کہ سب اپنے شرف پر فخر کرتے ہیں
ترے قدموں تک آکے خود فضیلت ناز کرتی ہے
تری عصمت وہ ہے خود جس پہ عصمت ناز کرتی ہے

سلام

دنیا دکھائی دیتی ہے ماتم سرا مجھے
کرنا ہے کس غریب کا ماتم بپا مجھے
یہ کس خدا پرست مسافر کا ہے مزار
ہے جسکی خاکِ پاک پہ سجدہ روا مجھے
یہ کس کے چھ مہینے کے بچے کی قبر ہے
سینے سے دل نکال کے رکھنا پڑا مجھے
نالا یہ کس کا گونج رہا ہے لبِ فرات
ہوں تشنہ لب پلایئے پانی چچا مجھے
اللہ ذرے ذرے سے آتی ہے بوئے خوں
کچھ اپنا ماجرا تو سنا کربلا مجھے
تسبیح ہے کہ خون کے قطرے کسی کے ہیں
اے کربلا کی خاک یہ کیا دیدیا مجھے
تُو مشہدِ حسینؑ ہے عرش پر زمین
اپنے میں جلد کرلے برائے خدا مجھے
شاعر ہوں اہلبیتؑ کا میں نجمؔ دلفگار
پہچانتے ہیں کشتۂ راہِ خدا مجھے

کیسا خوش خوش جارھا ہے شافعِ محشر کے پاس
گوہرِ اشکِ غمِ سرور تو ہیں منظر کے پاس
دیدنی تھی کیا شبِ ہجرت کے متوالے کی نیند
رہ گئے دشمن بھی تلواریں لئے بستر کے پاس
سونے والے اے شبِ ہجرت کے سوآرام سے
ننگی تلواروں کا پہرہ ہے تیرے بستر کے پاس
جانتی تھی ماں شبِ عاشور ہی تک ہے یہ چاند
شمع اک روشن کئے بیٹھی رہی اکبرؑ کے پاس
یا شہِ دیں آپ سے کھودی نہ جائیگی لحد
لاشہء اصغرؑ لٹا دیجئے علی اکبرؑ کے پاس

جز علیؑ لڑنے نہ آیا کوئی بھی عنتر کے پاس
بیٹھنے والے بہت بیٹھے تھے پیغمبرؐ کے پاس
گر نہیں دل میں ولائے ساقیء خمِ غدیر
پینا کیسا جا نہیں سکتا کوئی کوثر کے پاس
اُنکو روک اے معترض ہم تو سمجھتے ہیں امام
کہتے جاتے ہیں خدا کہتے ہوئے حیدرؑ کے پاس
کھودتے ہیں قبرِ اصغرؑ کہتے جاتے ہیں حسینؑ
اب تجھے کس منہ سے لیجاؤں تیری مادر کے پاس

نمازیں ڈھونڈتی ہیں سجدہء سرور نہیں ملتا
اذانیں رو رہی ہیں لہجہء اکبرؑ نہیں ملتا
جو کہتے ہیں کہ دنیا میں کہیں کوثر نہیں ملتا
اُنہیں کیا ایک بھی آلِ نبیؐ کا گھر نہیں ملتا
وہ مومن ہیں ابوطالبؑ کہ جس سے یہ بگڑ جائیں
پھر اُس سے بانیء اسلام کا گھر بھر نہیں ملتا
حسینؑ اور تجھ کو محشر میں نہ پہچانے یہ ناممکن
کوئی اپنوں سے شاہدؔ اجنبی بن کر نہیں ملتا

ہے بت بننا تو آساں بت شکن نہیں ملتا
خدا ملتے ہیں لاکھوں ایک بھی حیدرؑ نہیں ملتا
مٹانے والے تاریخوں سے زینبؑ کے فسانے کو
تجھے کیا نقش انکا قلبِ مومن پر نہیں ملتا
دلوں کے فاصلے کم ہوں یہ ہے مفہوم قربت کا
قریب آ بیٹھنے سے قربِ پیغمبرؐ نہیں ملتا

شہ نے کہا اے بہن کون ہمیں روئے گا
ہم ہیں غریب الوطن کون ہمیں روئے گا
شب کو جو تھے ہم نشیں ان میں سے کوئی نہیں
سو چکی سب انجمن کون ہمیں روئے گا
یعنی جو تھے حق شناس جن سے تھی جینے کی آس
ان سے ہے آباد بن کون ہمیں روئے گا
چلتے ہی مجھ پر چھری بہنا تُو بڑھ جائیگی
ہم رہے پھر اور یہ بن کون ہمیں روئے گا
جاؤ اگر تم وطن تو صغرا سے کہنا بہن
لٹ گیا سارا چمن کون ہمیں روئے گا
غیر وطن میں مکیں آئے اجل گر کہیں
کون تو دیگا کفن کون ہمیں روئے گا

سلام

شرابِ حبِ حیدرؑ پی کے دیوانے کہاں جاتے
سوا کعبے کے اپنے دل کو بہلانے کہاں جاتے
اگر ہم ساغرِ مے انگلیوں پر گن کے پی لیتے
تو پھر اے شیخ یہ تسبیح کے دانے کہاں جاتے
یہ دنیا ہے یہاں ہر چیز کی ضد بھی ضروری ہے
اگر سب مسجدیں ہوتی تو بت خانے کہاں جاتے
رہا بزمِ نبی میں بھی ہمیشہ مضطرب مجمع
اگر اپنے ہی سب ہوتے تو بیگانے کہاں جاتے
نہ بھر دیتے اگر آلِ نبی دامن فرشتوں کا
زمانے بھر کے آگے ہاتھ پھیلانے کہاں جاتے
یہ روضے پنجتن کے بھیک دینے کا بہانہ تھے
ملک دنیا میں آکر مانگنے کھانے کہاں جاتے

اکبرؑ نبیؐ نہیں ہے نبیؐ کا شباب ہے
صورت ہے لیکن اپنی جگہ خود کتاب ہے
اکبرؑ اذاں کے وقت سراپا رسولؐ تھا
اب منزلِ جہاد ہے اب بوتراب ہے
اکبرؑ کی سمت ہے نگاہِ وارثِ رسولؐ
دینِ خدا کا لب پہ سوالِ شباب ہے
وہ آرہا ہے فوجِ عدو سے نکل کے حرؑ
اکبرؑ تیری اذاں کا یہ پہلا جواب ہے
جزبہ کبھی کٹا ہے کسی ضربِ تیغ سے
لوگو حسینؑ فرد نہیں انقلاب ہے
خود دھوپ سایہ ہو جو اشارہ کریں امامؑ
پھیرا تھا جو علیؑ نے وہی آفتاب ہے

سلام

سلام

چلا ہے کربلا کا کارواں آہستہ آہستہ
الم کی چھارہی ہیں بدلیاں آہستہ آہستہ
گلا ہے خشک شدت پیاس کی اور سنِ جوانی کا
نہ دیں کیونکر علی اکبرؑ اذاں آہستہ آہستہ
کہا اکبرؑ نے بابا دردِ دل اٹھتا ہے رہ رہ کر
نکالیں آپ سینے سے سناں آہستہ آہستہ
سمجھ کر گود ماں کی سوگیا بے شیر تربت میں
زمینِ قبر نے دیں لوریاں آہستہ آہستہ
بدن سب چُور تھا زخموں سے قاسمؑ کا دمِ مردن
بڑی مشکل سے لی انگڑائیاں آہستہ آہستہ
شقی بچی کی صورت دیکھ سہمی جاتی ہے ڈر سے
اتار اے شمر اُسکی بالیاں آہستہ آہستہ

سلام

تڑپ نہ جانا کہیں دل کو تھام لو بھائی
دمشق سے بہن آئی سلام لو بھائی
بنائی قبر سکینہؑ کی میں نے زنداں میں
اب اور ایسے نہ زینبؑ سے کام لو بھائی
بہن نے کام کیا والدہ سے کہدینا
میری طرف سے یہی ایک پیام لو بھائی

سلام

نبیؐ جب باغِ جنت میں گئے معراج کی شب کو
جھکیں فرطِ ادب سے ڈالیاں آہستہ آہستہ
پدر کی قوتِ برداشت کا تھا دھیان اکبرؑ کو
دمِ مردن جو لی تھیں ہچکیاں آہستہ آہستہ
علی اکبرؑ جوانی کی قسم دم بھر ٹھر جاؤ
چلی آتی ہے پیچھے پیچھے ماں آہستہ آہستہ
علی اصغرؑ بیانِ تشنگی کرتے تو کیا کرتے
پھرادی خشک ہونٹوں پر زباں آہستہ آہستہ
کبھی اکبرؑ کے لاشے پر کبھی اصغرؑ کے لاشے پر
شہِ دیںؑ دے رہے ہیں امتحاں آہستہ آہستہ
شہیدؔ اب آئینے کو دیکھنے سے ہوچکی نفرت
کہ رُخ پر آرہی ہیں جھریاں آہستہ آہستہ

ذرا گنو تو سہی کتنے نشاں ہیں دروں کے
حسابِ معرکہء فتحِ شام لو بھائی
تھا ایک وقت کہ میں نے رکاب تھامی تھی
سوار ہوتی ہوں بازو کو تھام لو بھائی

یہ کربلا ہے وہ کوفہ وہ شام ہے زینبؑ
حسینؑ جاچکے اب تیرا کام ہے زینبؑ
یزید اسِ سے نہ ٹکرا یہ تخت الٹ دے گی
حسینیت کا مکمل نظام ہے زینبؑ
یہاں تو تُو ہی علیؑ بھی ہے اور حسینؑ بھی ہے
یہ کربلا نہیں بازارِ شام ہے زینبؑ
غمِ حسینؑ بھی باقی ہے اور ہم بھی باقی ہیں
یہ تیرا صدقہ تیرا اہتمام ہے زینبؑ

سلام

خطیبِ منبرِ زکرِ امام ہے زینبؑ
حسینیت کی بقائے دوام ہے زینبؑ
زباں میں کیا ہے دلوں کو نہ پیس دے تو کبھی
خدا کے شیر کا زورِ کلام ہے زینبؑ
حسینؑ اب نہیں لیکن جہاد جاری ہے
جہادِ کرب و بلا تیرا نام ہے زینبؑ

کسی در پر درِ ساقی کے مستانے نہیں جاتے
اندھیرا ہو تو بھولے سے بھی پروانے نہیں جاتے
خدا و مصطفیٰؐ مرتضیٰؑ کی معرفت کیا ہو
یہ پہچوائے تو جاتے ہیں پہچانے نہیں جاتے
نہ ہوتا مرحلہ امت کی بخشش کا تو پھر اصغرؑ
پدر کی گود میں تیرِ ستم کھانے نہیں جاتے
مچلتا ہے دلِ ناداں تو سمجھاتا ہوں قیصؔر اکثر
کہ دانا کربلا جاتے ہیں دیوانے نہیں جاتے

سلام

درِ جنت پہ بھی پہچاننے والوں کا پہرہ ہے
وہاں اپنے چلے جاتے ہیں بیگانے نہیں جاتے
علیؑ سے بغض چہروں کی نقابیں چاک کرتا ہے
منافق تا قیامت ورنہ پہچانے نہیں جاتے
یہ شب کی اوس دن کی دھوپ نے چہرے بگاڑے ہیں
اسیرانِ جفا ہندہ سے پہچانے نہیں جاتے

کون قائل تھا سلامی کہ جناں اور بھی ہے
کربلا دیکھی تو ہم سمجھے کہ ہاں اور بھی ہے
نامِ شبیرؑ پہ بے ساختہ گریاں ہونا
بعد کلمے کہ یہ ایماں کا نشاں اور بھی ہے
بال کھولے ہوئے لاشے پہ جو آئیں زہراؑ
حرؑ نے سمجھا یہ دمِ نزع کہ ماں اور بھی ہے
جسکی آواز پہ نبیوں نے صفیں باندھی تھیں
کہیں اکبرؑ سی زمانے میں اذاں اور بھی ہے
برچھیاں مار کے اکبرؑ کو لعینوں نے کہا
شہؑ سے پوچھو کوئی فرزند جواں اور بھی ہے
اپنے فرزندوں کے مرنے پہ بھی گریاں نہ کیا
دہر میں زینبؑ مظلوم سی ماں اور بھی ہے

سلام

صدقے اُس دل کے جو ہو حبِ علیؑ سے آباد
اس سے بہتر کوئی دنیا میں مکاں اور بھی ہے
ماں نے قاسمؑ سے کہا صبح کو تم ہوگے شہید
اس لئے بیاہ کی جلدی میری جاں اور بھی ہے
شہؑ سے زینبؑ نے کہا تم جو ہو مشتاقِ قضا
میری اماں کا کوئی فاتحہ خواں اور بھی ہے
اے فلکِ پیر تجھے شہؑ کی ضعیفی کی قسم
علی اکبرؑ سا زمانے میں جواں اور بھی ہے
لاکے ششماہے کو ہاتھوں پہ یہ بولے مولا
نزرِ حق کیلیئے یہ غنچہ دہاں اور بھی ہے
لاشے پامال سرِ شام جو ہوتے ہیں نظیرؔ
باغِ زہراؑ پہ ستم بعد خزاں اور بھی ہے

معرکہ کرب و بلا کا سر کیا خیبر کے بعد
ہُو بہو گھر میں تھے عباسِ علیؑ حیدرؑ کے بعد
حیدرِ کرارؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے
شاہِ دیں جب ٹھوکریں کھانے لگے اکبرؑ کے بعد

سلام

دو ہی سجدے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کی یادگار
اک علی اکبرؑ سے پہلے ایک علی اصغرؑ کے بعد
وہ تو یوں کہیئے اجازت دی نہیں عباسؑ کو
دوسرے حیدرؑ کو دنیا دیکھتی حیدرؑ کے بعد

سلام

اب کیا میرے گناہ رہینگے حساب میں
کتنی ہی سورتیں ہیں خدا کی کتاب میں

گھل مل گیا ہوں خاکِ درِبوتراب میں
لاؤ کوئی شبیہِ نبیؐ کے جواب میں

بندے جنھیں کلام ہے عطرت کے باب میں
گزری ہے عمر بندگیء بوتراب میں

اصلاح دے رہے ہیں خدا کی کتاب میں
میں بھی شریک ہوں شرفِ آفتاب میں

پروردہء غدیر کی اللہ رے مستیاں
دل ہو نہ زباں تو نصیری ضرور تھی

کوثر ڈبودیا ہے ولا کی شراب میں
جب منہ کھلا کنندہء خیبر کے باب میں

یہ اپنی جان دے کہ بچاتے نہ کسطرح
اصغرؑ بڑے بڑوں سے کچھ آگے نکل گئے

اسلام کمسنی میں تھا اکبرؑ شباب میں
کیا گھٹنیوں چلے ہیں یہ راہِ ثواب میں

تاشام روندتے ہوئے عابدؑ چلے گئے
رفعت میرے کلام کی حرف آشنا ہے نجمؔ

کانٹے تھے پھول ولولہء انقلاب میں
بھیجی ہے فکر دامنِ برق و سحاب میں

سلام

تمام منظرِ عالم پہ کیسے چھائے حسینؑ
پسر کی لاش پہ جس وقت مسکرائے حسینؑ

جہاں مقام تھا رونے کا مسکرائے حسینؑ
کہ جھک کے چوم لئے آسماں نے پائے حسینؑ

قدم قدم پہ مصائب کا سامنا ہی رہا
نہ جھاڑ بادِ صبا اسکو اپنے دامن سے

مگر نہ راہِ محبت میں ڈگمگائے حسینؑ
جبینِ شوق پہ رہنے دے خاکِ پائے حسینؑ

ہزار ظلم و ستم گو کہ ڈھائے اعدا نے
وہاں فلک کی ستائی وہ بنتِ زہراؑ ہے

مگر نہ حرفِ شکایت زباں پہ لائے حسینؑ
قدم قدم پہ جو گرتی ہے کہہ کے ہائے حسینؑ

سلام

کروٹیں دل کیوں نہ لے اُس حشر کے آنے کے بعد
چپکے بیٹھیں کس طرح مولا کے اٹھ جانے کے بعد
لاش کو کڑیل جواں کی کس طرح لائیں حسینؑ
سیدھے ہوسکتے ہیں بھائی کے مرجانے کے بعد
دیکھ کر لاشوں کو یوں آواز دیتے تھے حسینؑ
ہم اکیلے رہ گئے ہیں سب کے مرجانے کے بعد
بال کھولے بیبیوں نے منہ چھپانے کیلئے
اور کیا کرتے حرم چادر کے چھن جانے کے بعد

روضہء احمدؐ کی زینت ساتھ اُس کے چل بسی
جو مدینے کو نہ پلٹا کربلا آنے کے بعد
لاشہء بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ
پھول پیارا ہوگیا کچھ اور مرجھانے کے بعد
نوکِ نیزہ پر ہے قرآں کی تلاوت میں حسینؑ
اب زباں تر ہورہی ہے خشک ہوجانے کے بعد
عورتیں کوفے کی صدقے دے رہی ہیں پھینک کر
کون پہچانے انہیں اسطرح لٹ جانے کے بعد

سلام

ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی صدا ہائے حسینؑ
ظالموں نے تجھے پانی نہ دیا ہائے حسینؑ
دکھ پہ دکھ سہہ کے جسے فاطمہؑ نے پالا تھا
اس پہ بے دینوں نے یہ ظلم کیا ہائے حسینؑ
گھوڑے دوڑائے لعینوں نے تیرے لاشِ پر
جیسے تو سبطِ پیمبرؐ ہی نہ تھا ہائے حسینؑ
شمرِ بے دین نے کچھ اسطرح سے موتی چھینے
خون کانوں سے سکینہؑ کے بہا ہائے حسینؑ
جس جگہ خیمہء زینبؑ تھا وہاں سے اب تک
آج بھی آتی ہے کانوں میں صدا ہائے حسینؑ

علی اکبرؑ نے تیرے سامنے برچھی کھائی
قتل اصغرؑ تیرے ہاتھوں پہ ہوا ہائے حسینؑ
زخم لگتا تھا جو حضرت کے تنِ نازک پر
لاشِ انصار سے آتی تھی صدا ہائے حسینؑ
نہ رہا کوئی جنازے کا اٹھانے والا
تنِ زخمی تیرا تیروں پہ رہا ہائے حسینؑ
جل گئے خیمے چھنی چادریں سامان لٹا
بعد تیرے ہوئی ہم پر یہ جفا ہائے حسینؑ
عمر بھر ماتمِ شبیرؑ میں گزرے محبوب
قبر سے بھی تیرے آئیگی صدا ہائے حسینؑ

سلام

راکبِ دوشِ نبیؐ ہے زاتِ والائے حسینؑ
کتنے درد و غم تھے شامل اک غمِ اسلام میں

کس بلندی سے اتر کر زیرِ تیغ آئے حسینؑ
عارفانِ غم سے پوچھو رازِ غم ہائے حسینؑ

کربلا کے معرکے کی حد کسے معلوم تھی
روئے زیبائے پیمبرؐ رونقِ کون و مکاں

وقت پر اصغرؑ کو جھولے سے اٹھا لائے حسینؑ
رونقِ دوشِ پیمبرؐ روئے زیبائے حسینؑ

دشتِ غربت تشنگی قربانیوں کا سلسلہ
کیسے کیسے اہلِ دل تھے راہِ منزل میں مگر

کن اداؤں میں ہوئی تکمیلِ منشائے حسینؑ
کربلائے عشق کے محبوب کہلائے حسینؑ

حوصلہ اپنا بڑھایا انکے زکرِ افکار سے
صبح جنت کو چلا ہے حُرؑ سوادِ شام سے

وقتِ نازک آپڑا جب سب کو یاد آئے حسینؑ
دیدنی ہے آخری تصویرِ شیدائے حسینؑ

کیا ضرورت آپڑی دنیا کو تیرے خون کی
بن گئی انسان کا معبد زمینِ کربلا

فاطمہؑ کے لاڈلے زینبؑ کے مانجائے حسینؑ
نجمؔ جب عزم و عمل کی زندگی لائے حسینؑ

سلام

سلامی کربلا کو جب چلے حضرتؑ مدینے سے
پکارے الوداع اے فاطمہ صغراؑ خدا حافظ

بہت روئے لگا کر فاطمہ صغراؑ کو سینے سے
ہمیں تم پھر نہ دیکھو گی یہ ہم سمجھے قرینے سے

تمہارے کپڑے میلے ہیں بدل ڈالو انہیں صغراؑ
نہ کرنا یاد بھی ہم کو سمجھنا مرگئے بابا

کہا بابا معطر ہیں علی اصغرؑ کے پسینے سے
مٹادینا ہمارا نام ہی دل کے نگینے سے

چچا کے ہاتھ کٹ جائینگے قاسمؑ کا کٹے گا سر
خوشی کرنا رجب کے ماہ سے تا ماہِ ذی الحج تک

گزر جائیگا جب نیزہ علی اکبرؑ کے سینے سے
مگر کرنا عزاداری محرم کے مہینے سے

فصیح اک شور برپا تھا وہاں فریاد و شیون کا
کہا شبیرؑ نے کھائینگے اصغرؑ تیر گردن پر

حسین ابنِ علیؑ کا کوچ ہوتا ہے مدینے سے
محبت مت کرو مایوس ہو بھائی کے جینے سے

یہ کہہ کر آئے سبطِ مصطفیٰ مسجد میں احمد کی
لپٹ کر دیر تک رویا کئے منبر کے زینے سے

سلام

ذبح ابنِ مالکِ کوثر جو پیاسہ ہوگیا
پانی پانی شرم سے مجرئی دریا ہوگیا
مومنو رونے کی جا ہے قید میں زینبؑ رہی
کربلا میں قید میں فرزندِ زہراؑ ہوگیا
جب چچی نے بال کھولے تب سکینہؑ نے کہا
قتل کیا دریا پہ لوگو میرا سقہ ہوگیا
سر برھنہ ہو کے زینبؑ نے کہا شکر ہے
اب ہمارا حال اعدا کو طمانچہ ہوگیا
لاشِ اصغرؑ پہلوئے اکبرؑ میں رکھ کر بولے شاہؑ
اے علی اکبرؑ تمہارا باپ تنہا ہوگیا

اب تلک مقتل میں آکر کہتی ہے رُوحِ بتولؑ
اے زمینِ کربلا مہماں ترا کیا ہوگیا
سر کھلے بازو بندھے وارث موئے پیارے موئے
ایک دن میں عطرتِ حیدرؑ پہ کیا کیا ہوگیا
پیاسے دریا پر گئے تھے مشک بھرنے کے لئے
پر چچا کے خون کا دریا ہی پیاسہ ہوگیا
بیٹھی بیٹھی بول اٹھی بانو کلیجہ تھام کر
ہائے وارث مرگئے گھر لٹ گیا کیا ہوگیا

سلام

زمینِ کربلا بھی یاد کرتی ہے تہہ دل سے
نہ پوچھو زائروں کو کیا صدا آتی ہے منزل سے
گزر جاتی ہیں عمریں کربلا کا غم سمجھنے میں
یہ آب وگلِ کا پیکر آدمی بنتا ہے مشکل سے
گرے عباسؑ گھوڑے سے تو گونجی یہ صدا رن میں
سرک جائیگا دریا لاش اٹھے گی نہ ساحل سے
وہ اس ماحول سے شکرِ خدا کرتے گئے ہونگے
جو زنداں کو سدھارے شام کے حاکم کی محفل سے
جگہ بزمِ غزل میں دیں نہ دیں وارفتہء دنیا
مجھے ہے نجمؔ نسبت مدحتِ مولاؑ کی محفل سے

ہمیں پردیس میں بھی رنجِ تنہائی نہیں رہتا
صدائے یاحسینؑ آئی جہاں دل مل گیا دل سے
شہادت کا شرف پایا تولا میں فنا ہو کر
اٹھے بھی ہم تو زندہ ہی اٹھے دنیا کی محفل سے
علیؑ نے دودھ کا شربت پلایا ابنِ ملجم کو
کسی نے اس طرح بدلہ لیا ہوگا نہ قاتل سے
ولائے اہلبیتِ مصطفیٰ ؐ کی عظمتیں پوچھو
کسی شائستہء غم سے کسی شائستہ ء دل سے

سلام

وصفِ علیؑ رقم جو کیئے جارہا ہوں میں
کفارہء گناہ دیئے جارہا ہوں میں
حق گوئی شرطِ الفتِ آلِ رسولؐ ہے
باطل کا پردہ چاک کیئے جارہا ہوں میں
گر صد ہزار مشکلیں آئیں تو کیا خطر
مشکلکشاء کا نام لئے جارہا ہوں میں
روشن ہے دل میں آتشِ عشقِ ابوترابؑ
دامانِ تر کو آنچ دیئے جارہا ہوں میں
زاہد سنا ہے نزع میں آئینگے مرتضیٰؑ
یوں موت کی خوشی میں جیئے جا رہا ہوں میں

دستِ گناہ سے دامنِ دل چاک چاک ہے
اشکوں کے تار لے کے سیئے جا رہا ہوں میں
زائل ہو کیسے نشہء صہبائے حبِ دیں
چودہ پلارہے ہیں پیئے جارہا ہوں میں
انعامِ ایزدی کی نہیں کوئی انتہا
وہ دے رہا ہے اور لئے جارہا ہوں میں
دنیا سے کچھ بھی زادِ سفر لے سکا نہ ساتھ
داغِ غمِ حسینؑ لئے جارہا ہوں میں

سلام

ذکرِ اکبرؑ سے دلِ شہؑ تہہ و بالا ہوگا
بعدِ بے شیر یہ غم اور دوبالا ہوگا
بعد بابا کے چراغ ہونگے نہ شمع ہوگی
گھر میں جب آگ لگے گی تو اجالا ہوگا
کہتی تھی جھاڑ کے بالوں سے زمیں کو زہراؑ
کہ یہاں دفن میری گود کا پالا ہوگا
کہتے تھے دیکھ کے سب راہ میں سر اکبرؑ کا
کس طرح ماں نے کلیجے کو سنبھالا ہوگا

کُوچ کی شب یہی صغراؑ نے کہا رو رو کر
کل نہ اس گھر میں کوئی گیسوؤں والا ہوگا
کوہِ غم شاہؑ نے کس طرح سے ٹالا ہوگا
نیزہ کیونکر دلِ اکبرؑ سے نکالا ہوگا
کمسنی دیکھ کے قاسمؑ کی لعیں کہتے تھے
ماں نے کس چاہ سے اس لعل کو پالا ہوگا

جو کہ مصروفِ سلامِ شہدا رہتا ہے
گو وہ رہتا نہیں پر نام صدا رہتا ہے
شاہِ دیں لاشہء اکبرؑ پہ کھڑے کہتے تھے
ہوش اس جا نہیں انساں کا بجا رہتا ہے
ہند کی بیٹی نے زنداں میں سکینہؑ سے کہا
سر تیرا کس لئے اے بہنا کھلا رہتا ہے
باپ مارا گیا بھائی ہوئے زنداں میں اسیر
اس مصیبت میں بھلا ہوش بجا رہتا ہے
ہے یہ شرمندگی پانی کے نہ لیجانے کی
نیزے پر بھی سرِ عباسؑ جھکا رہتا ہے
کہا سجادؑ نے اشک آنکھوں میں لب پر فریاد
پاؤں زنجیر میں رسی میں گلا رہتا ہے

شمر کہتا تھا یہی ماں ہے علی اکبرؑ کی
جس کا ایک ہاتھ کلیجے پہ دھرا رہتا ہے
روکے وہ بولی یتیموں کی نشانی ہے یہی
کُرتا بے وارثِ بچوں کا پھٹا رہتا ہے
رو کے یہ قاصدِ صغراؑ سے کہا عابدؑ نے
کہیو بھائی تیرا محتاجِ دوا رہتا ہے
خواب میں آنکے عابدؑ سے یہ شہؑ نے پوچھا
بیٹا احوال تیرا قید میں کیا رہتا ہے
شام ہوتی ہے تو اونٹوں سے اترتے ہیں حرم
پر سرِ شاہؑ تو نیزے پہ چڑھا رہتا ہے

صحنِ مقتل کو جو سجدوں سے سجا دیتے ہیں
خوں کے ہر قطرے کو تاریخ بنادیتے ہیں
زکرِ شبیرؑ ہے خود وقت کے ہونٹوں کی پکار
ہم تو آواز میں آواز ملادیتے ہیں
جب بھی آجاتا ہے سقائے سکینہؑ کا خیال
بچے سوکھے ہوئے کوزوں کو گرا دیتے ہیں

امتی یوں بھی رسالت کا صلہ دیتے ہیں
گھر جلادیتے ہیں قرآن جلادیتے ہیں
نصرتِ دیں کو بلاتی ہے جب آوازِ امامؑ
بچے لبیک کی جھولے سے صدا دیتے ہیں
رخِ زینبؑ سے نگاہوں کو ہٹانے کیلئے
شاہِ دیںؑ نیزے پہ قرآن سنادیتے ہیں

سبق حسینؑ کی محنت سے لو خدا کیلئے
لہو بہایا تھا کیا ارضِ کربلا کیلئے
شباب اور علیؑ کا شباب کیا کہنا
خدا نے چھانٹ لیا جس کو لافتیٰ کیلئے
کمی ستم کی کہیں بہرِ اہلبیتؑ نہ تھی
حسنؑ نے لطف مدینے میں کربلا کے لئے
کسی کا سر بھی نہ پہنچا زہے عروجِ کمال
علیؑ کے پاؤں بھی تھے دوشِ مصطفیٰؐ کیلئے
جہادِ نفس میں سجادؑ کو یہ فکر کہاں
بچھے ہیں راہ میں کانٹے برہنہ پا کیلئے
جنابِ نجمؔ یہ عُزلت گزینیاں کب تک
یہ بے نیاز روش چھوڑیئے خدا کیلئے

علیؑ پرست کہو یا خدا پرست مجھے
پکارتا ہوں علیؑ کو مگر خدا کیلیے
نظر میں اسکی یہ لذاتِ دنیاوی کیا ہیں
وہ روزے دار مزے جس نے ہل اتیٰ کے لئے
حسینؑ کو جو ملے حق سے باپ ماں بھائی
نہ مصطفیٰؐ کیلئے تھے نہ مرتضیٰؑ کیلئے
رہِ عمل میں اٹھائے جو مرتضیٰؑ نے قدم
اصول بن گئے اللہ کی رضا کیلئے
ملے نہ ہونگے علیؑ کو وہ ماں کی گود میں بھی
مزے جو نیند کے بستر پہ مصطفیٰؐ کیلئے

جب فشارِ وقت سے انسان گھبرا جائے ہے
کربلا بے ساختہ ایسے میں یاد آجائے ہے
وہ نکلتا جا رہا ہے خیمہء ظلمت سے حرؑ
دیکھ لو سورج گہن سے یوں نکلتا جائے ہے
جب چلے عباسؑ دریا سے تو بول اٹھے عدو
مشک میں پانی نہیں کوثر چھلکتا جائے ہے

تربیت ذھنوں کی کرتی جارہی ہے کربلا
آدمی خوابیدہ تھا بیدار ہوتا جائے ہے
خشک ہونٹوں سے علی اصغرؑ نے وہ حملہ کیا
اب یزیدی فوج سے ٹھہرا نہ بھاگا جائے ہے
جھومتی تھیں یوں تصور میں علی اصغرؑ کی ماں
دل بہلتا جائے ہے جھولا جو ہلتا جائے ہے

یہ کیوں کہوں نہ ملا تشنہ کام کو پانی
نہ تھا قبول ہی پینا امامؑ کو پانی
ترستے کیا شہِؑ عالی مقام پانی کو
ترس گیا شہِؑ عالی مقام کو پانی
تلاش کرتا ہے اب تک ہر ایک ساحل پر
لبِ حسینِ علیہ السلام کو پانی
کمالِ بے ادبی تھا جو بڑھ کے چھولیتا
نسیم بادہء کوثر کے جام کو پانی

سلام

ذرا سا حکم جو دیتے فرات کو شبیرؑ
مجال تھی جو نہ آتا سلام کو پانی
بساطِ ارض و سما کیوں الٹ نہیں جاتی
حسینؑ تشنہ دھن فوجِ شام کو پانی
جہاں تڑپتے ہیں سب تین دن کے فاقے سے
وہاں نہ صبح کو پانی نہ شام کو پانی

جبکہ سقائے حرم خلق سے پیاسہ اٹھا
مجرئی شورِ قیامت لبِ دریا اٹھا
لاش دولھا کی دلھن کو نظر آئی ہے ہے
عقد کی صبح کو منہ پر سے جو مقنیٰ اٹھا
واہ کیا شیرِ الٰہی تھا علمدارِ حسینؑ
مرنے کے بعد بھی دریا سے نہ لاشہ اٹھا
خاکساری اسے کہتے ہیں کہ چالیسویں تک
نہ زمیں سے شہؑ مظلوم کا لاشہ اٹھا
باپ کے غم میں سکینہؑ نے قضا کی آخر
ننھی سی جان سے فرقت کا نہ صدمہ اٹھا

سلام

روکے حضرت نے کہا تم کو خدا کو سونپا
دانہ پانی میرا اس شہر سے صغراؑ اٹھا
کیسی سقائے سکینہؑ کو ترائی تھی پسند
نہر سے بعدِ شہادت بھی نہ لاشہ اٹھا
آسماں رونے لگا کرب و بلا کانپ گئی
بھائی کی لاش سے اک بھائی جو روتا اٹھا
بانوؑ ہر صبح کو رو رو کے یہ کرتی تھی بین
دودھ پینے کو نہ اب تک میرا بچہ اٹھا
غل ہوا اہلِ حرم میں کہ سکینہؑ ہے ہے
قید خانے میں جو ننھا سا جنازہ اٹھا

رسولؐ اپنے وصی کا شباب دیکھیں گے
علیؑ کے ہاتھ پہ خیبر کا باب دیکھیں گے
علیؑ کے روئے مبارک کے دیکھنے والے
اب اور کونسی حق کی کتاب دیکھیں گے
رسولِ پاکؐ کی آنکھیں تو بند ہونے دو
علیؑ جہاں میں بڑا انقلاب دیکھیں گے
حسینؑ لاشہء اکبرؑ پہ رن میں جاتے ہیں
پسر کا خون میں ڈھلتا شباب دیکھیں گے

نبیؐ کے دوش پہ ایک اور نقش ابھر آیا
ہٹایئے تو قدم بوترابؑ دیکھیں گے
چلو علیؑ کو نظر بھر کے دیکھنے والو
نبیؐ کے فرش پہ ہیں محوِ خواب دیکھیں گے
سرِ مبارکِ زینبؑ سے گر گئی ہے ردا
نکل تو آئے بھلا آفتاب دیکھیں گے
شرف غلامیء حیدرؑ کا ہم کو بس ہے رشیدؔ
وہ ہمکو دیتے ہیں اب کیا جواب دیکھیں گے

تپتے بن میں رہے پیاسے تو یہ سوکھا پانی
بچے روئے بھی تو آنکھوں سے نہ نکلا پانی
بے بسی دیکھ کے عباسؑ کا جی بیٹھ گیا
پیاسی بچی نے جو منہ کھول کے مانگا پانی

پیاس پر اُنکی نہ کیوں کر ہو کلیجہ پانی
تین دن جن کو نہ یوں دھوپ میں پہنچا پانی
تیسرا دن تھا کہ اصغرؑ کو نہ پانی دینا
بچہ چھ ماہ کا پیتا بھی تو کتنا پانی

بتوں سے پاک کرکے کعبے کو حیدرؑ نکلتے ہیں
خدا کے گھر کو اب کرکے خدا کا گھر نکلتے ہیں
یہ غل تھا باپ کا ورثہ جواں بیٹے نے پایا ہے
علم عباسؑ لیکر صورتِ حیدرؑ نکلتے ہیں
بگڑنے والے سارے کام بن جاتے ہیں پل بھر میں
ہم اپنے گھر سے جب کہہ کر علیؑ حیدرؑ نکلتے ہیں

علیؑ نے توڑ کر کعبے کے بت دکھلا دیا سب کو
خدائی کرتے تھے کعبے میں وہ پتھر نکلتے ہیں
کہا عباسؑ نے اعدا سے کیوں چلتے ہو تم اڑ کر
قضا آتی ہے جب بھی چونٹیوں کے پر نکلتے ہیں
بلا کے تیرنے والے تھے دریائے شہادت میں
لہو میں ڈوب جاتے ہیں لبِ کوثر نکلتے ہیں

سلام

غمِ حسینؑ میں بھولے مصیبتیں کیا کیا
اسِ ایک درد نے بخشی ہیں راحتیں کیا کیا
علیؑ و فاطمہؑ زہرا و شبرؑ و شبیرؑ
رسولِ پاک پہ اتری تھیں آیتیں کیا کیا
مقامِ خلد حیاتِ دوام و رزق و مدام
عطا ہوئی ہیں شہیدوں کو نعمتیں کیا کیا

گماں کسے تھا کہ حرؑ جا سکے گا جنت میں
درِ حسینؑ پہ بدلی ہیں قسمتیں کیا کیا
ہر آنکھ گوہرِ اشکِ عزا لٹاتی ہے
غمِ حسینؑ نے بخشی ہیں دولتیں کیا کیا
کہیں خدا کے سوا کس سے یہ کربلا والے
گزر گئی ہیں دلوں پر قیامتیں کیا

سلام

جب احد میں کھینچتے تھے تیغ حیدرؑ بار بار
لافتیٰ کہتے تھے جبریل و پیمبرؐ بار بار
مل گیا بستر شبِ ہجرت علیؑ کو مل گیا
جانشینی کا نہیں ملتا ہے بستر بار بار
کرتے جاتے شاہؑ کے قدموں پہ سر اپنے نثار
زندہ گر ہوتے بہتّر کے بہتّر بار بار
ایک سجدہ جو کیا سبطِ نبیؐ نے وقتِ عصر
ایسے سجدے میں نہیں جھکتا کوئی سر بار بار
رونے پاتی تھیں نہ اپنے وارثوں کو بی بیاں
تازیانے سے ستاتے تھے ستمگر بار بار

یاد رکھ اپنے ایماں کی گواہی کیلئے
ہم مناتے ہیں غمِ سبطِ پیمبرؐ بار بار
بار بار آتی رہی بن ٹھن کے دنیا سامنے
اور علیؑ مارا کئے ٹھوکر پہ ٹھوکر بار بار
کرتے ہیں اتمامِ حجت باعثِ نصرت نہیں
یہ جو ہل من ناصرٍ کہتے ہیں سرورؑ بار بار
پیاس کی شدت سے اتنا خشک تھا شہؑ کا گلا
دستِ قاتل میں بھی رک جاتا تھا خنجر بار بار
کیا عجب عباسؑ حضرت سے کہیں کیجئے کرم
آستاں پر آپکے آتا ہے جوہر بار بار

سلامی چشم سے رہ رہ کے خونِ دل ٹپکتا ہے
غمِ سجادؑ بیکس دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
گلِ زہراؑ کے غم میں بلبلیں ہیں نوحہ خواں ساری
صدا فریاد کی آتی ہے جب غنچہ چٹکتا ہے
کہا صغراؑ نے شاید میرے بابا جاں پیاسے ہیں
گلے میں ساتویں تاریخ سے پانی اٹکتا ہے
کہا بانوؑ نے شہؑ سے تیر چلتے ہیں کلیجے پر
میرا منہ جب یہ بچہ نرگسی آنکھوں سے تکتا ہے
بچالو واسطہ زہراؑ کا صاحب میرے اصغرؑ کو
نہ بچہ دودھ پیتا ہے نہ اب آنکھیں جھپکتا ہے

سلام

دمِ تحریر گلریزی ہے یا سطریں ہیں کاغذ پر
صریرِ کلک ہے یا باغ میں بلبل چہکتا ہے
حرم روئے کہا جب آسماں کو دیکھ کر شہؑ نے
علی اکبرؑ اذاں دو صبح کا تارا چمکتا ہے
سکینہؑ ناز پرور قید کی آفت کو کیا جانے
یہ عالم ہے قفس میں جسطرح طائر پھڑکتا ہے
یہ ننھے ننھے دونوں ہاتھ بل کھاتے ہیں تکیوں پر
مسوڑھے ہوگئے ہیں نیلگوں تالو چپکتا ہے
صراحی دار گردن جب مڑی جاتی ہے بن پانی
گلے میں سانس جب رکتی ہے سر دے دے پٹکتا ہے

جب کبھی دل نے کسی غم میں کہا ہائے حسینؑ
دیر تک عالمِ غربت میں نظر آئے حسینؑ
خیمے کی طرف پھر گئے پھر آئے حسینؑ
ماں کا دل جانتا تھا گود میں کیا لائے حسینؑ
دی ہے قاسمؑ نے صدا آگیا سرورؑ کو جلال
لیکے عباسؑ کو مقتل میں نکل آئے حسینؑ
بندگی ایک تو بندوں کی حقیقت بھی ہے ایک
پھر جو منشائے محمدؐ ہے وہ منشائے حسینؑ

سلام

رات اندھیری ہے تو منزل سے بھٹکنا کیسا
اپنی آنکھوں میں ہے جب نقشِ کفِ پائے حسینؑ
کاش تم دیکھتے بچے سے ہوا جو سلوک
روزِ عاشور یہ تھی ایک تمنائے حسینؑ
امتحانِ عصرِ سجدہ ہے شہہؑ کو منظور
ہے زمیں پر نگاہِ زلزلہ پیمائے حسینؑ
ہر قدم دشمنِ تازہ سے الجھنا ہے رشیدؔ
ہر نفس دیکھتے ہیں زورِ تولّائے حسینؑ

سلام

انسان تھے سب شامل شبیرؑ کے لشکر میں
نکلے تھے بہتّر ہی دنیا کے بھرے گھر میں
مولا کے غلاموں میں جبریل بھی ہے میں بھی
بس فرق ہے اتنا سا میں در پہ ہوں وہ گھر میں
شبیرؑ سیاست کا وہ قائدِ اعظم ہے
آئین بنا ڈالا عاشور کو دن بھر میں
بے حبِ شہہؑ مرداں توثیق نہیں ہوتی
یوں نام لکھا لیجئے اسلام کے لشکر میں

حیدرؑ نظر آتے ہیں آغوشِ پیمبرؐ میں
تکرارِ تجلّی ہے کعبے کے نئے در میں
قرآن ہے بے معنی عطرت سے جدا ہوکر
جس گھر میں یہ آیا تھا معنی ہیں اسی گھر میں
معراج کی شب اپنے بستر پہ سہی لیکن
باتیں تو علیؑ کی تھیں اللہ و پیمبرؐ میں
اے نجمؔ میں شاعر ہوں سرکارِ امامت کا
نظمیں میری پہنچیں گی دربارِ پیمبرؐ میں

سلام

مجرئی اوج پہ ہے دیدہء گریاں اپنا
ابرِ تر کہتے ہیں جسکو وہ ہے داماں اپنا
دیکھ کر شاہؑ کا سر کہتے تھے رو رو رہگیر
دل ہے شاہؑ تیرے اعجاز پہ قرباں اپنا
جب سے پیدا ہوئے ہم خلق میں کہلائے حسینؑ
اب ہے دنیا میں لقب شاہِ شہیداں اپنا
بیٹا وہ جاتا ہے پہنے ہوئے طوق و زنجیر
کنبہ وہ اونٹوں پہ ہے باسرِ عریاں اپنا

ہند سے رو کے سکینہؑ نے کہا سن بی بی
باپ مارے گئے گھر ہوگیا ویراں اپنا
اے سرِ پاک لقب کیا ہے تیرا نام ہے کیا
دی صدا سر نے کہ پنہاں نہیں رتبہ اپنا
فاطمہؑ ماں ہے علیؑ باپ اور جد وہ ہے
جسکو کہتے ہیں نبیؐ سارے مسلماں اپنا

مجلسِ شہ میں میرا برسرِ منبر ہونا
جسکو درکار ہو دنیا میں ابوذرؓ ہونا

اسکو کہتے ہیں نصیبے کا سکندر ہونا
اُسکو لازم ہے غبارِ درِ حیدرؑ ہونا

پہلے سوئے تو کوئی چھاؤں میں تلواروں کی
منزلِ عزمِ حسینی ہے کہاں دور کی بات

اتنا آساں تو نہیں نفسِ پیمبرؐ ہونا
پہلے سیکھے تو زمانہ علی اصغرؑ ہونا

اُنکے ایماں پہ بھی شک اِن پہ خدا کا دھوکہ
غمِ شبیرؑ نے اشکوں کی بڑھادی قیمت

کس طرح مان لوں دونوں کا برابر ہونا
قطرہء آب کو دکھلادیا کوثر ہونا

زخم کھاکر بھی جو قاتل کو پلائے شربت
عمر بھر غیرتِ انساں کو ڈسے گا یہ خیال

زیب دیتا ہے اُسے ساقیء کوثر ہونا
بھولتا ہی نہیں زینبؑ کا کُھلے سر ہونا

سانس اکھڑی ظلم کی بدعت کے طوفاں تھم رہے
روحِ شبیری کا پرتو دیکھنا انصار میں

کیا قدم تھے جو زمینِ کربلا پر جم رہے
رخ پہ زردی تک نہ آئی دم میں جب تک دم رہے

کیا حسینی قافلے میں تھا شعورِ زندگی
کہہ رہا ہے اسوہء محنت کشانِ کربلا

بڑھ گیا جوشِ عمل جب مرنے والے کم رہے
عیشِ دنیا چھوڑ کر دنیا میں ہم ہی ہم رہے

جسکے دم سے خون میں گرمی ہے نبضوں میں دھمک
اُسوہء شبیر شمعِ محفلِ اسلام ہے

کسکی غیرت چاہتی ہے اُسکا ماتم کم رہے
یہ اجالا جب رہا آگے اندھیرے کم رہے

اے مسلماں قتل اور قتلِ حسینؑ ابن علیؑ
مے تولا کی پیئے جاتا ہوں سوتے جاگتے

حشر تک شاید مزاجِ عافیت پر ہم رہے
یہ نہیں وہ گردشِ ساغر جو دم بھر دم رہے

آسماں پر دل رہا اور عرشِ اعظم پر دماغ
نجمؔ جب ارضِ نجف پر زیبِ منبر ہم رہے

متاعِ ذھن جسدن مسلکِ شبیرؑ ہوجائے
لہو کا رنگ بدلے دل نیا تعمیر ہوجائے
حسینیؑ عزم کی منزل ہو ایسا قصدِ منزل ہو
قدم رکھتے ہی جادہ جادہء شبیرؑ ہوجائے
اگر منشائے فطرت خود نہ ہو کیونکر یہ ممکن ہے
کسی کی موت کا غم اور عالمگیر ہوجائے
حسینیؑ بزم میں پہلو بچا کر بیٹھنے والے
خدا ایسا کرے یہ درد دامن گیر ہوجائے

سلام

اگر انساں کو عرفانِ غمِ شبیرؑ ہوجائے
شعورِ حریت دنیا میں عالمگیر ہوجائے
سبق لے کربلا سے کر وہ میدانِ عمل پیدا
جہاں ہر اک نفس اک نعرہء تکبیر ہوجائے
حیاتِ جاودانی ہے غمِ شبیرؑ میں مرنا
دھنی قسمت کا ہے جو کشتہء تاثیر ہوجائے
کہاں تک یہ مرّوت تجمّ اک دن حق کے منکر سے
خدا لگتی کہو جو دل لگ کر تیر ہوجائے

رُخ سمتِ کربلائے معلیٰ اگر نہیں
انسانیت کی اور کوئی رہگزر نہیں
میں ہوں غمِ حسینؑ میں دونوں سے بے نیاز
جینے کی آرزو نہیں مرنے کا ڈر نہیں
اکبرؑ کی موت اُنکی جوانی کو دیکھئے
اک آفتابِ حُسن ہے نیزے پہ سر نہیں

سلام

صد شکر مل گیا مجھے در اہلبیتؑ کا
توفیقِ معرفت ہے کہ میں در بدر نہیں
تم کیا کروگے ماتمِ شبیرؑ کا علاج
یہ دردِ دل ہے چارہ گرو دردِ سر نہیں

آتے ہیں میرے خواب میں مولا کبھی کبھی
میں دیکھتا ہوں طور کا جلوہ کبھی کبھی
اٹھنا محال ہوتا تھا لنگر کے طوق سے
تھک کر جو بیٹھ جاتے ہیں مولا کبھی کبھی

سلام

کیا ظالموں کو مل گیا قتلِ حسینؑ سے
میں سوچتا ہوں بیٹھ کے تنہا کبھی کبھی
نہ جانے کس خیال میں کھو جاتی تھیں رباب
خالی جھلانے لگتی تھیں جھولا کبھی کبھی

ہوئے جو شاہ سے کارِ نمایاں ایسے ہوتے ہیں
تہہِ خنجر کئے سجدے مسلماں ایسے ہوتے ہیں
نبیؐ کا زانوئے اقدس ہے اور دونوں نواسے ہیں
جب ایسی رحل ہوتی ہے تو قرآں ایسے ہوتے ہیں
زمینِ کربلا کا پھول بوستانِ محمدؐ کے
بہاریں خلد صدقے ہیں بیاباں ایسے ہوتے ہیں
تلاوت میں سرِ شبیرؑ تھا قاتل کے نیزے پر
جو خود ہی منہ سے بول اٹھتے ہیں قرآں ایسے ہوتے ہیں

جوانی رن سے کہتی آ رہی ہے لاشِ قاسمؑ پر
کہ اسلامی جوانمردوں کے ارماں ایسے ہوتے ہیں
ہزاروں سے ترائی چھین لی جب ایک پیاسے نے
لبِ ساحل پکارے مردِ میداں ایسے ہوتے ہیں
گلے پر تیر کھا کر مسکرائے جب علی اصغرؑ
صدا آئی کہ راہِ حق میں قرباں ایسے ہوتے ہیں
سنا کر نجمؔ قصہ کربلا والے شہیدوں کا
مسلمانوں کو سمجھا دو مسلماں ایسے ہوتے ہیں

مسلماں نے بھلا دی داستانِ زندگی اپنی
ذرا صورت دکھا دینا حسینؑ ابنِ علیؑ اپنی
یہ تُو ہی تھا کہ برچھی کھینچ لی اکبرؑ کے سینے سے
وہ ابراہیمؑ تھے آنکھوں پہ پٹی باندھ لی اپنی
مٹا کر ذکر کو تیرے یزیدی ذہنیت والے
چھپانا چاہتے ہیں آج تک شرمندگی اپنی

نہیں ملتی تری تمثیل تاریخ دو عالم میں
کہ ایک سجدے میں منوالی خدا سے بندگی اپنی
ضعیفی کا عصا بازو کی قوت دل کی آبادی
خدا کی راہ میں دولت لٹاتا ہے سخی اپنی
تصور میں تیری تصویر اپنے ساتھ لیجاؤں
تیرا روضہ ہو دنیا پر نگاہِ آخری اپنی

سلام

رن میں دو قلب تڑپنے لگے اک تیر کے ساتھ
سر کے کٹنے پہ بھی زینبؑ سے جدائی نہ ہوئی

بازوئے شاہ چھدا گردنِ بے شیرؑ کے ساتھ
بھائی نیزے پہ رہا راہ میں ہمشیر کے ساتھ

اپنے بے شیر کو شبیرؑ بچاتے کیونکر
کہتی تھیں مادرِ عباسؑ میں شرمندہ ہوں

زمیں لپٹی ہوئی آتی ہے قضا تیر کے ساتھ
میرے بازو نہ بندھے شاہؑ کی ہمشیر کے ساتھ

کہا صغراؑ نے لینے نہیں آئے اکبرؑ
دفن اصغرؑ ہوئے شہؑ جھاڑ کے دامن اٹھے

بھائی شاید تمہیں الفت نہیں ہمشیر کے ساتھ
ماں کی سب ختم مرادیں ہوئیں بے شیر کے ساتھ

شہؑ نے عباسؑ کا اک ہاتھ علم پر پایا
شہؑ نے جلتی ہوئی ریتی پہ جو پہلو بدلے

دوسرا ہاتھ ملا قبضہء شمشیر کے ساتھ
کربلا کروٹیں لینے لگی شبیرؑ کے ساتھ

سلام

جو سجدہ ہوتا ہے معراجِ بندگی کیلئے
نبیؐ خدا کیلئے ہے علیؑ نبیؐ کیلئے

رسولؐ نے اسے چھوڑا حسینؑ ہی کیلئے
نہ ہو یہ ربط تو کوئی نہیں کسی کیلئے

علیؑ ہیں برسرِ پیکر تو کربلا میں حسینؑ
رضائے حیدرؑ و رومالِ فاطمہؑ کی قسم

کلیجہ چاہیئے اسلام دوستی کیلئے
غمِ حسینؑ عبادت ہے زندگی کیلئے

حسینیتؑ کے سفر کا جہاں ہوا آغاز
سلام خانہء زہراؑ تیرے چراغوں پر

وہیں اجل نے قدم رکھے زندگی کیلئے
بجھے ہیں شمع رسالت کی روشنی کیلئے

گلوئے سبطِ نبیؐ اور شمر کا خنجر
ردا بھی سر سے چھنی خیمے بھی جلائے گئے

وہ لمحہ ایک قیامت ہے ہر نبیؐ کیلئے
عجیب وقت ہے زینبؑ کی بے بسی کیلئے

سلام

وہ جس نے جلوہء شبیرؑ تاحیدرؑ نہیں دیکھا
سرِ منظر تو دیکھا ہے پسِ منظر نہیں دیکھا
ماہ و خورشید بھی دیکھے ماہ و خورشید کو لیکن
محمدؐ کے چراغوں سے فروزا تر نہیں دیکھا
تصور ہی سے گریہ ناک ہوجائینگی یہ آنکھیں
کلی کو دیکھ لے جس نے لبِ اصغرؑ نہیں دیکھا
غمِ شبیرؑ کا حصہ کوئی سجادؑ سے پوچھے
جہانِ اشک باری میں کہیں لنگر نہیں دیکھا
پھپھی کا ماں کا سرعریاں برادر اور پدر بیگور
غریب ایسا زمانے میں کوئی رہبر نہیں دیکھا

میری خوش قسمتی کو لوگ کیا جانے کہ دنیا نے
ستارے صرف دیکھے ہیں ستارہ گر نہیں دیکھا
حسین ابن علی دنیا نے میدانِ شہادت میں
ہزاروں سر تو دیکھے ہیں تیرا ہمسر نہیں دیکھا
علی کی راہ میں کتنے ہی موڑ آتے رہے لیکن
زمانہ موڑ کر دیکھا کبھی مڑ کر نہیں دیکھا
نبیؐ کے جانثار اصحاب کتنے ہی بہادر تھے
احد میں اس طرح بھاگے کہ پھر مڑ کر نہیں دیکھا

سلام

سلامی کہتے تھے شہ سر کٹائے جسکا جی چاہے
خدا کی راہ کا سودا ہے آئے جسکا جی چاہے
کہا حر نے بلاکر اپنے بیٹے اور برادر کو
میں جاتا ہوں سوئے فردوس آئے جسکا جی چاہے
کہا زینبؑ نے وارث مرگئے گھر لٹ گیا لوگو
ہمیں در در برھنہ سر پھرائے جسکا جی چاہے
طمانچے شمر کے کھا کھا سکینہؑ رورو چلائی
میں بے وارث ہوں میرا دل دکھائے جسکا جی چاہے

گناہگاروں کی بخشش کا وسیلہ بزم ماتم ہے
یہاں بہرِ حسینؑ آنسو بہائے جسکا جی چاہے
کہا اکبر نے بے دینوں شبیہِ مصطفیٰؐ ہوں میں
نشاں اپنے پیمبر کا مٹائے جس کا جی چاہے
کہا شبیرؑ نے پیاسہ ہوں احمد کا نواسہ ہوں
مسلمانوں مجھے پانی پلائے جسکا جی چاہے
طوافِ قبر آقا آبروئے حجِ اکبر ہے
بہار اپنا یہی کعبہ ہے آہے جس کا جی چاہے